بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ نہایت رحمت والے بے حد رحم فرمانیوالے کے نام سے درود پڑھتا ہوں

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَ مَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ صَاحِبِ التَّاجِ وَ الْمِعْرَاجِ وَ الْبُرَاقِ وَالْعَلَمِ ○ دَافِعِ الْبَلَآءِ وَالْوَبَآءِ وَ الْقَحْطِ وَ الْمَرَضِ وَ الْاَلَمِ ○

اے اللہ رحمت فرما ہمارے سردار اور ہمارے آقا ﷺ تاج و معراج والے، براق اور بلندی والے پر بلیات و وباء، قحط و مرض، دُکھ اور مصیبت کے دُور کرنیوالے پر

اِسْمُهٗ مَكْتُوْبٌ مَّرْفُوْعٌ مَّشْفُوْعٌ مَّنْقُوْشٌ فِى اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ ○ سَيِّدِ الْعَرَبِ وَالْعَجَمِ ○

جن کا اسم گرامی لکھا ہوا ہے بلند ہے اور اللہ کے نام کیساتھ جُڑا ہوا ہے لوح محفوظ اور قلم میں رنگ آمیزی کیا ہوا ہے، عرب اور عجم کے سردار

جِسْمُهٗ مُقَدَّسٌ مُّعَطَّرٌ مُّطَهَّرٌ مُّنَوَّرٌ فِى الْبَيْتِ وَالْحَرَمِ ○

جن کا جسم مبارک ہر عیب سے مبرا، خوشبو کا منبع، انتہائی پاکیزہ نور علی نور، اپنے گھر اور حرم میں (ان تمام احوال کے ساتھ آج بھی موجود ہے)

شَمْسِ الضُّحٰى بَدْرِ الدُّجٰى صَدْرِ الْعُلٰى نُوْرِ الْهُدٰى كَهْفِ الْوَرٰى مِصْبَاحِ الظُّلَمِ ○

صبح کے روشن اور خوشنما سورج، چودھویں رات کے چاند، بلندی کے ماخذ، ہدایت کے نور، مخلوق کی جائے پناہ، تاریکیوں کے چراغ

جَمِيْلِ الشِّيَمِ ط شَفِيْعِ الْاُمَمِ ط صَاحِبِ الْجُوْدِ وَالْكَرَمِ ○ وَاللّٰهُ عَاصِمُهٗ وَجِبْرِيْلُ خَادِمُهٗ وَالْبُرَاقُ

بہترین خلق و عادات والے، امتوں کی شفاعت کرنیوالے، سخاوت اور کرم کے والی پر درود و سلام اور اللہ انکا محافظ ہے، جبرائیل امین خادم ہیں اور براق سواری ہے

مَرْكَبُهٗ وَالْمِعْرَاجُ سَفَرُهٗ وَسِدْرَةُ الْمُنْتَهٰى مَقَامُهٗ وَقَابَ قَوْسَيْنِ مَطْلُوْبُهٗ

معراج ان کا سفر ہے سدرۃ المنتہیٰ ان کا مقام ہے اور قاب و قوسین (کمال قرب الٰہی) ان کا مطلوب ہے اور مطلوب یعنی کمال قرب الٰہی

وَالْمَطْلُوْبُ مَقْصُوْدُهٗ وَالْمَقْصُوْدُ مَوْجُوْدُهٗ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ خَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ شَفِيْعِ الْمُذْنِبِيْنَ

وہی مقصود ہے اور مقصود حاصل ہو چکا ہے تمام رسولوں کے سردار، تمام انبیاء کے بعد آنے والے، گنہگاروں کی شفاعت کرنیوالے

اَنِيْسِ الْغَرِيْبِيْنَ رَحْمَةٍ لِّلْعٰلَمِيْنَ رَاحَةِ الْعَاشِقِيْنَ مُرَادِ الْمُشْتَاقِيْنَ شَمْسِ الْعَارِفِيْنَ

مسافروں اور اجنبیوں کے غمگسار، تمام جہانوں پر رحم فرمانیوالے، عاشقوں کی راحت اور مشتاقوں کی مراد، جملہ ہائے عارفوں کے سورج

سِرَاجِ السَّالِكِيْنَ مِصْبَاحِ الْمُقَرَّبِيْنَ مُحِبِّ الْفُقَرَآءِ وَالْغُرَبَآءِ وَالْمَسَاكِيْنِ سَيِّدِ الثَّقَلَيْنِ

سالکوں کے چراغ، مقربین کی شمع، فقیروں پردیسیوں اور مسکینوں سے محبت و الفت رکھنے والے، جنات اور انسانوں کے سردار

نَبِيِّ الْحَرَمَيْنِ اِمَامِ الْقِبْلَتَيْنِ وَسِيْلَتِنَا فِى الدَّارَيْنِ صَاحِبِ قَابَ قَوْسَيْنِ

حرم مکہ اور حرم مدینہ کے نبی، بیت المقدس اور خانہ کعبہ دونوں قبلوں کے امام، دنیا و آخرت میں ہمارے وسیلہ، قاب قوسین کی نوید والے

مَحْبُوْبِ رَبِّ الْمَشْرِقَيْنِ وَالْمَغْرِبَيْنِ جَدِّ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ مَوْلٰنَا وَ مَوْلَى الثَّقَلَيْنِ اَبِى الْقَاسِمِ مُحَمَّدِ ابْنِ عَبْدِاللّٰهِ

مشرقوں اور مغربوں کے رب کے حبیب، امام حسن اور امام حسین کے نانا، ہمارے آقا جملہ جن و انس کے والی، یعنی ابو القاسم محمد بن عبداللہ

نُوْرٍ مِّنْ نُّوْرِ اللّٰهِ ○ يَآ اَيُّهَا الْمُشْتَاقُوْنَ بِنُوْرِ جَمَالِهٖ صَلُّوْا عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ○

اللہ کے نور میں سے عظمت و رفعت والے نور پر درود و سلام ان کے نور جمال کے عاشقو، خوب صلوٰۃ و سلام بھیجو ان کی ذات والا صفات پر اور ان کے آل و اصحاب پر

مترجم۔ سید ارشد سعید کاظمی

www.kazmis.com

سبب تالیف

☆ میرے ایک شاگرد مولانا حبیب اللہ اویسی ایم اے نے پچھلے دنوں لیاقت پور سے کسی صاحب کا یہ اعتراض بھیجا تھا کہ درود تاج میں ''اِسْمُہٗ مَشْفُوْعٌ'' کے الفاظ ہیں اور ''مَشْفُوْعٌ'' کے معنی لغت میں مجنوں کے لکھے ہیں۔ میں نے اسکا مفصل جواب لکھا۔ اس کے بعد ایک دوسرا اعتراض پہنچا کہ درود تاج میں ''غَرِیْبِیْنَ'' کا لفظ ہے جو غلط ہے۔ اسلئے کہ ''غَرِیْبٌ'' کی جمع ''غُرَبَاءُ'' آتی ہے۔ اسکا مفصل جواب بھی میں نے لکھا۔ اسکے بعد مجھے کراچی جانے کا اتفاق ہوا دار العلوم نعیمیہ کراچی کے بعض علماء نے مجھے بتایا کہ یہ دونوں اعتراض لیاقت پور کے کسی باشندے کے نہیں بلکہ یہ اور انکے علاوہ بعض دیگر اعتراضات بھی درود تاج وغیرہ وظائف صوفیہ پر جعفر شاہ پھلواروی نے کئے تھے جو مودودیوں کے رسالہ ''فاران'' میں بڑے طمطراق کیساتھ شائع ہوئے۔ پھر عام لوگوں تک پہنچانے کیلئے وہ ایک پمفلٹ کی صورت میں بھی شائع کئے گئے جو لیاقت پور میں کسی شخص کے ہاتھ آ گیا اور اسکی مزعومہ لیاقت کی تشہیر کا سامان اسے مفت میں مہیا ہو گیا۔ حُسن اتفاق سے وہ پمفلٹ مجھ تک بھی پہنچ گیا۔ جسکا عنوان ہے ''ادعیہ پر تحقیقی نظر'' اور مؤلف کا نام لکھا ہے ''امام الصوفیہ مجتہد العصر علامہ حضرت شاہ محمد جعفر پھلواروی''۔

☆ اس مضمون پر بعض لوگوں کے سوالات اور پھلواروی صاحب کیطرف سے انکے جوابات بھی اس پمفلٹ میں شامل ہیں۔ مجھے افسوس ہے کہ پمفلٹ اب اتنے عرصے کے بعد یکم جنوری 1986ء کو مجھے ملا۔ اے کاش یہ مضمون اسیوقت میرے سامنے آ جاتا تو اس ''تحقیقی نظر'' کا جواب فوری طور پر بروقت لکھ کر میں شائع کر دیتا۔ بہر حال میرے اس مضمون کو پڑھ کر اہل علم پر واضح ہو جائے گا کہ پھلواروی صاحب کی یہ تحقیقی نظر ''برعکس نہند نام زنگی کافور'' کا مصداق اور علمی اغلاط کا پلندہ ہے۔ اگر چہ دو اعتراضوں کے جواب مختصراً میں پہلے لکھ چکا ہوں لیکن اب پورا مضمون سامنے آنے کے بعد مناسب سمجھتا ہوں کہ اسے سامنے رکھ کر پھلواروی صاحب کے سب اعتراضات کے جوابات تفصیل سے یکجا قلم بند کر دوں۔

وما توفیقی الا باللہ

سید احمد سعید کاظمی

WWW.KAZMIS.COM

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ابتدائیہ

☆ پھلواروی صاحب نے اپنے اس رسالے کے آغاز میں لکھا ہے کہ ''درود تاج کی عبارت پر میں اور طالب علمانہ استفسار کرنے کی جسارت کررہا ہوں اور مجھے اپنی علمی بے بضاعتی کا اقرار بھی ہے'' اسکے باوجود پورے رسالے کی عبارت میں کہیں بھی حقیقت کی جستجو کا شائبہ نظر نہیں آتا اور طلب ہدایت کی کاوش دکھائی نہیں دیتی۔ انداز تحریر بتاتا ہے کہ استفسار کا اصل مقصد اپنے علم و فضل کا غلط تاثر دینا اور درود تاج اور اس جیسے دیگر وظائف کا مذاق اڑا کر صلحاء امت اور ان کے معمولات سے عامۃ المسلمین کو متنفر کرنا ہے۔ انہوں نے درود تاج کی عبارت کو ''بے سروپا'' اور ''بھونڈا'' قرار دیا ہے۔ الفاظ کا یہ انتخاب بتا رہا ہے کہ یہ محض طالب علمانہ استفسار نہیں ہے بلکہ انتہائی سوقیانہ اور غیر مہذب انداز میں مذاق اڑانا ہے۔ درحقیقت درود تاج کے الفاظ کو مشرکانہ قرار دے کر اپنے قلبی عناد کا مظاہرہ کیا گیا ہے۔

تخطئہ فی الواقع خطا کو مستلزم نہیں

☆ اسمیں شک نہیں کہ خطا خواہ کسی سے بھی سرزد ہو اسے صواب نہیں کہا جا سکتا۔ لیکن ضروری نہیں کہ جس چیز کو کوئی شخص خطا سمجھے وہ درحقیقت بھی خطا ہو۔ ہوسکتا ہے کہ ایک بات کسی کی رائے میں خطا ہو لیکن واقعہ اسکے خلاف ہو۔

☆ دیکھئے حدیبیہ میں جن شرائط پر صلح ہوئی مسلمان ان پر راضی نہ تھے بالخصوص سہیل بن عمرو کی یہ شرط کہ اے محمد ﷺ ہمارا کوئی آدمی خواہ مسلمان ہو کر آپ کے پاس پہنچے آپ ﷺ اسے ضرور ہماری طرف واپس کردیں گے جس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا

سُبۡحَانَ اللّٰہِ کَیۡفَ یُرَدُّ اِلَی الۡمُشۡرِکِیۡنَ وَقَدۡ جَاءَ مُسۡلِماً

ترجمہ ☆ سبحان اللہ! جو مسلمان ہو کر آیا وہ مشرکین کی طرف کیسے لوٹایا جائے گا۔ (صحیح بخاری ج اول ص ۳۸۰)

☆ یہ شرط مسلمانوں کیلئے انتہائی تکلیف دہ اور ناپسندیدہ تھی۔ بخاری میں ہے

فَکَرِہَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ ذٰلِکَ وَامۡتَعَضُوۡا مِنۡہُ

ترجمہ ☆ مسلمانوں نے اس شرط کو نہایت ناپسند کیا اور اس سے غضبناک ہوئے۔ (صحیح بخاری ج اول ص ۳۷۴)

☆ سہیل بن عمرو کے بیٹے ابوجندل مسلمان ہو کر لوہے میں جکڑے ہوئے بیڑیاں پہنے ہوئے بڑی مشقت و تکلیف کی حالت میں کہ سے حضور ﷺ کے پاس حدیبیہ پہنچے تھے اور ایمان کی خاطر انہوں نے مشرکین کی سخت ایذائیں برداشت کی تھیں مگر اس شرط کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے انہیں بھی واپس جانے کا حکم دیا۔ ابوجندل اس وقت آہ وزاری کرتے ہوئے کہہ رہے تھے کہ

ترجمہ ☆ مجھے اس حال میں مشرکین کی طرف واپس کیا جا رہا ہے حالانکہ میں مسلمان ہو کر آیا ہوں۔ کیا تم نہیں دیکھ رہے میں کیسے شدائد میں مبتلا ہوں۔ (بخاری ج ا ص ۳۸۰)

☆ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے صاحب الرائے انسان کی نظر میں بھی مسلمانوں کے حق میں وہ شرائط انتہائی ذلت کا موجب تھیں انہوں نے کہا

WWW.KAZMI.COM

فَلِمَ نُعْطِی الدَّنِیَّةَ فِیْ دِیْنِنَا

ترجمہ☆ جب ہم حق پر ہیں تو اپنے دین میں کیوں پست ہوں۔(صحیح بخاری ج اول ص ۳۸۰)

☆ جب حضور ﷺ نے ان شرائط کو مان لیا تو سہیل بن حنیف جیسے عظیم وجلیل صحابی نے کہا

لَوْاَسْتَطِیْعُ اَنْ اَرُدَّ اَمْرَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ لَرَدَدْتُّہٗ

ترجمہ☆ اگر میں رسول اللہ ﷺ کے حکم کو رد کرنے کی طاقت رکھتا تو ضرور اسے رد کر دیتا۔

☆ لیکن جب نتائج سامنے آئے تو انہیں کہنا پڑا

وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ

ترجمہ☆ اللہ اور اس کے رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔(بخاری ج ا ص ۴۵۱ ج ۲ ص ۶۰۲)

☆ اللہ جل جلالہ نے قرآن کریم میں فرمایا

وَعَسٰی اَنْ تَکْرَھُوْا شَیْئًا وَّھُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ وَعَسٰی اَنْتُحِبُّوْا شَیْئًا وَّ ھُوَ شَرٌّ لَّکُمْ

ترجمہ☆ اور قریب ہے تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور وہ تمہارے لئے بہتر ہو اور قریب ہے تم کسی چیز کو پسند کرو اور وہ تمہارے لئے بہتر نہ ہو۔(پ ۲ البقرہ آیت ۲۱۶)

☆ لہذا کسی چیز کو خطا سمجھنے سے لازم نہیں آتا کہ وہ فی الواقع بھی خطا ہو۔رسالہ زیر نظر میں پھلواروی صاحب نے جن چیزوں کو غلطی قرار دیا ہے وہ دراصل انکے اپنے ذہن کی غلطی ہے۔اگر ایک بھینگے کو ایک کے دو اور دو کے چار دکھائی دیں تو یہ اسکی اپنی نظر کی غلطی ہوگی۔اسیطرح اگر کوئی یک چشم دوطرفہ بازار میں سے گزرنے کے باوجود یہ کہے کہ شہر تو خوبصورت ہے مگر بازار ایک ہی طرف ہے تو اس سے یہی کہا جائے گا کہ بازار تو دونوں طرف ہے تیرا ہی ایک بازار بند ہے۔پھلواروی صاحب کو درود تاج میں جو غلطیاں نظر آئیں۔ وہ ان کی اپنی ناسمجھی کا شاہکار ہیں۔درود تاج ان اغلاط سے پاک ہے۔

☆ پھلواروی صاحب کے تمام اعتراضات کا خلاصہ ان کے رسالہ کو سامنے رکھ کر ہم قارئین کرام کے سامنے رکھتے ہیں۔ان سب اعتراضات کے ترتیب وار جوابات حاضر ہیں۔انہیں پڑھئے اور پھلواروی صاحب کی علمی لیاقت پر سر دُھنیے۔

پہلا اعتراض اور اسکا جواب

"اِسْمُہٗ مَشْفُوْعٌ"

☆ پہلا اعتراض یہ کیا گیا کہ عربی میں "مَشْفُوْعٌ" اسے کہتے ہیں جو مجنون ہو یا اسے نظر بد لگی ہو یا وہ طاق سے جنت کیا گیا ہو۔یہ سارے معنی یہاں بے محل ہیں۔ہوسکتا ہے کہ یہ لفظ "مَشْفُوْعٌ لَّہٗ" ہو لیکن یہاں یہ معنی لینا بھی صحیح نہیں حضور ﷺ شَافِعٌ ہیں شَفِیْعٌ ہیں اور مُشَفَّعٌ ہیں۔یعنی شفاعت کرنیوالے مقبول الشفاعت ہیں۔"مَشْفُوْعٌ لَّہٗ" نہیں۔ نعوذ باللہ حضور ﷺ کی کون شفاعت کرسکتا

WWW.KAZMIS.COM

ہے۔انتھی کلامہٗ

☆ پھلواروی صاحب کا یہ اعتراض پڑھ کر میری حیرت کی انتہا نہ رہی۔

☆ ناطقہ سر بہ گریباں ہے اسے کیا کہئے۔انہوں نے لفظ مَشْفُوْعٌ سے حضور ﷺ کی ذات پاک کے معنی سمجھ لئے حالانکہ درود تاج میں ذات مقدسہ کیلئے نہیں بلکہ لفظ مَشْفُوْعٌ حضور ﷺ کے اسم مبارک کیلئے استعمال ہوا ہے۔ذات مقدسہ یقیناً مَشْفُوْعٌ لَّہٗ نہیں۔نہ حضور ﷺ نظر بد لگے ہوئے ہیں۔نہ ذات مقدسہ کے حق میں مجنون کا تصور کیا جا سکتا ہے۔جب یہ معانی یہاں متصور ہی نہیں تو پھر ان کے ذکر کی یہاں کیا ضرورت پیش آئی؟ صاحب درود تاج نے رسول اللہ ﷺ کی ذات مقدسہ کو نہیں بلکہ اسم مبارک کو مشفوع کہا ہے۔جو اَلشَّفْعُ سے ماخوذ ہے۔ اَلشَّفْعُ کے معنی ہیں کسی چیز کی طرف اسکی مثل کو ملانا اور طاق کو جفت کرنا قرآن کی سورہ والفجر میں ہے وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ (پ ۳۰) قسم ہے جفت کی اور قسم ہے طاق کی۔

☆ المنجد میں شَفَعَ شَفْعًا کے تحت مرقوم ہے۔اَلشَّیْئَ صَیَّرَہٗ شَفْعًا اَیْ زَوْجًا بِاَنْ یُّضِیْفَ اِلَیْہِ مِثْلَہٗ۔ انتھی (المنجد ص ۳۹۵ طبع بیروت) یعنی شَفَعَ الشَّیْئَ کے معنی ہیں۔اس نے شے کو شفع یعنی جفت کر دیا۔بایں طور کہ ایک شے کی طرف اس کی مثل کو ملا دیا۔

☆ اسی طرح اقرب الموارد میں ہے شَفَعَ ۔۔۔۔۔شَفْعًا صَیَّرَہٗ شَفْعًا اَیْ زَوْجًا اَیْ اَضَافَ اِلَی الْوَاحِدِ ثَانِیًا۔۔۔۔ یُقَالُ کَانَ وَتْرًا فَشَفَعَہٗ بِاٰخَرَ اَیْ قَرَنَہٗ بِہٖ۔ انتھی (اقرب الموارد ج ۱ ص ۵۹۹) یعنی شَفَعَ شَفْعًا کے معنی ہیں اس نے کسی چیز کو شفع کر دیا۔یعنی اسے جفت بنا دیا یعنی ایک کی طرف دوسرے کو ملا دیا۔اہل عرب کا مقولہ ہے کہ وہ طاق تھا اس نے دوسرے کو اسکے ساتھ ملا کر اسے جفت کر دیا یعنی ایک کو دوسرے کے ساتھ ملا دیا۔

☆ نیز ''تاج العروس'' میں ہے۔اَلشَّفْعُ خِلَافُ الْوَتْرِ وَھُوَ الزَّوْجُ تَقُوْلُ کَانَ وَتْرًا فَشَفَعْتُہٗ شَفْعًا وَشَفَعَ الْوَتْرَ مِنَ الْعَدَدِ شَفْیًا صَیَّرَہٗ زَوْجًا۔یعنی شفع، وتر کے خلاف ہے اور شفع جفت کو کہتے ہیں۔اہل عرب کا قول ہے کہ وہ طاق تھا، میں نے اسے جفت کر دیا اور اس نے طاق عدد کو جفت بنا دیا۔(تاج العروس ج ۵ ص ۳۹۹)

☆ درود تاج میں لفظ ''مَشْفُوْعٌ'' اَلشَّفْعُ سے ماخوذ ہے اور اَلشَّفْعُ متعدی ہے۔اس کا اسم مفعول مَشْفُوْعٌ ہے جو مَقْرُوْن اور جفت کے معنی میں ہے اور ''اِسْمُہٗ مَشْفُوْعٌ'' کے معنی یہ ہیں کہ اللہ جل جلالہ نے کلمہ میں، اذان میں، تکبیر میں اپنے اسم مبارک کے ساتھ اپنے حبیب ﷺ کا مبارک نام ملایا۔یہ مقرون کے معنی ہیں اور اذان و اقامت میں اسے وتر یعنی طاق نہیں رکھا گیا۔بلکہ اسے جفت بنا دیا۔مؤذن اور مکبر اذان و تکبیر میں حضور ﷺ کا نام ایک بار نہیں بلکہ دو بار پکارتا ہے اور یہی طاق کو جفت بنانا ہے۔

☆ اسم الٰہی کے ساتھ حضور ﷺ کے نام کا متصل ہونا اور اذان و تکبیر میں حضور ﷺ کے نام کا دو بار پکارنا اِسْمُہٗ مَشْفُوْعٌ کے معنی ہیں اور یہ بالکل واضح، برمحل اور مناسب ہیں۔انہیں نامناسب اور بے محل قرار دینا کج فہمی اور نادانی ہے۔

☆ مخفی نہ رہے کہ امام قسطلانی نے حضور ﷺ کے اسماء مبارکہ کے ضمن میں ارقام فرمایا ''اَلْمُشَفَّعُ اَلْمَشْفُوْعُ'' (مواہب اللدنیہ ج

اص۱۸۴طبع بیروت) یعنی ''مُشَفَّعٌ'' اور ''مَشْفُوْعٌ'' دونوں حضور اکرم ﷺ کے مبارک نام ہیں جس کے بعد صاحب درود تاج کی عبارت قطعًا بے غبار ہوگئی اور پھلواروی صاحب کی لاعلمی بھی بے نقاب ہو کر سامنے آ گئی ہے۔

پھلواروی صاحب کی ایک علمی خیانت

☆ پھلواروی صاحب یہ تو کہہ گئے کہ مَشْفُوْعٌ کے معنی مجنوں بھی ہیں جیسا کہ المنجد میں ہے۔ مگر اس حقیقت کو چھپا گئے کہ اس معنی کا ماخذ اَلشَّفْعُ نہیں علماء لغت میں سے کسی نے آج تک اَلشَّفْعُ کے تحت مَشْفُوْعٌ کے معنی مجنوں نہیں لکھے بلکہ اَلشُّفْعَةُ کے مادہ پر کلام کرتے ہوئے اہل لغت نے لکھا ہے کہ اس لفظ اَلشُّفْعَةُ کے شرعی معنی کے علاوہ ایک معنی ''جنون'' بھی ہیں دیکھئے اقرب الموارد میں ہے۔ ''اَلشُّفْعَةُ اَیْضًا اَلْجُنُوْنُ'' یعنی لفظ شفعہ کے معنی جنون بھی ہیں۔ (ج۱ص۵۹۹)

☆ اور المنجد میں ہے اَلشُّفْعَةُ جَمْعُهَا شُفَعٌ اَلْجُنُوْنُ یعنی لفظ شفعہ کی جمع شُفَعٌ ہے اور اس کے معنی جنون بھی ہیں۔

☆ لسان العرب میں اَلشُّفْعَةُ کے تحت مرقوم ہے وَیُقَالُ لِلْمَجْنُوْنِ مَشْفُوْعٌ وَ مَسْفُوْعٌ (بِالسِّیْنِ الْمُهْمَلَةِ) (لسان العرب ج۸ص۱۸۴) قاموس میں اَلشُّفْعَةُ کے تحت لکھا ہے اَلشُّفْعَةُ اَیْضًا اَلْجُنُوْنُ اور اسی کے تحت ارقام فرمایا اَلْمَشْفُوْعُ اَلْمَجْنُوْنُ (قاموس ج۳ص۴۶)

☆ ان عبارات سے واضح ہو گیا ہے کہ لفظ مَشْفُوْعٌ بمعنی مجنون کا ماخذ شَفْعٌ نہیں بلکہ وہ لفظ اَلشُّفْعَةُ ہے جو جنون کے معنی میں آتا ہے درود تاج کے لفظ مَشْفُوْعٌ کو اس سے دور کا بھی تعلق نہیں جو لوگ اسے مجنون کے معنی پر حمل کرتے ہیں وہ خود مبتلائے جنون ہیں ایسے لوگوں نے اَلشَّفْعُ اور اَلشُّفْعَةُ کے فرق کو بھی نہیں سمجھا پھر درود تاج کے سیاق میں اس امر کو بھی نظر انداز کر دیا کہ اس کا سوق کلام رسول اللہ ﷺ کی تعریف و توصیف اور مدح و ثناء پر مشتمل ہے جس میں مجنون کے معنی کا تصور مجنون کے سوا کوئی عاقل نہیں کر سکتا۔

لفظ مشفوع کلام علماء میں

☆ صرف یہ نہیں بلکہ پھلواروی صاحب کے حاشیہ برداروں کا دعوی ہے کہ مَشْفُوْعٌ کا لفظ مجنون کے سوا اور کسی معنی میں کسی نے استعمال نہیں کیا حالانکہ انکا یہ قول خود پھلواروی صاحب کے قول کی تکذیب کے مترادف ہے۔ کیونکہ وہ تسلیم فرما چکے ہیں کہ ''طاق سے جفت کیا ہوا بھی مَشْفُوْعٌ کے معنی ہیں'' تاہم مزید وضاحت کیلئے ہم بتانا چاہتے ہیں کہ لفظ مَشْفُوْعٌ مقرون کے معنی میں مستعمل ہوا ہے دیکھئے آیت کریمہ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَیْنِ کے تحت روح المعانی میں گیارہویں پارے کے ص۱۱ پر مرقوم ہے ''وَلَعَلَّ تَكْرِيْرَ عَذَابِهِمْ لِمَا فِيْهِمْ مِنَ الْكُفْرِ الْمَشْفُوْعِ بِالنِّفَاقِ'' یعنی منافقین کے عذاب کے مقرر ہونے کی وجہ شاید یہ ہے کہ ان کا کفران کے نفاق کے ساتھ مقرون ہے۔

☆ یہاں مَشْفُوْعٌ مقرون کے معنی میں ہے۔ اسے مجنون کے معنی میں وہی سمجھے گا جو خود مجنون ہوگا یہ بات بالکل ایسی ہے جیسے کوئی شخص کہہ دے کہ حق شُفعہ جنون کے سوا کچھ نہیں اور جب اس سے پوچھا جائے تو لغت کی کتاب کا حوالہ دے دے کہ یہاں شُفعہ کے

معنی جنون لکھے ہیں۔کیا کسی عاقل کے نزدیک یہ بات قابل قبول ہوسکتی ہے؟

☆ قارئین کرام نے دیکھ لیا کہ پھلواروی صاحب درودتاج کے جملے کے ایک جزء کو بھی سمجھنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔

دوسرا اعتراض اور اس کا جواب

مَنْقُوْشٌ فِی اللَّوْحِ وَ الْقَلَمِ

☆ پھلواروی صاحب فرماتے ہیں ''پھر نام مبارک (اِسْمُہٗ) کا منقوش فی اللوح ہونا تو سمجھ میں آتا ہے لیکن منقوش فی العلم ہونا نرالی سی بات ہے اگر مَنْقُوْشٌ فِی اللَّوْحِ بِالْقَلَمِ ہوتا پھر بھی بات واضح ہوجاتی'' (انتہیٰ)

☆ پھلواروی صاحب نے یہاں بھی ٹھوکر کھائی کہ اس لوح وقلم کا قیاس دنیا کی قلم اور تختی پر کرلیا اسلئے وہ فرمارہے ہیں کہ ''نام مبارک اِسْمُہٗ کا منقوش فی اللوح ہونا تو سمجھ میں آتا ہے لیکن منقوش فی القلم ہونا نرالی سی بات ہے''

☆ الحمدللہ! لوح میں اسم مبارک کا منقوش ہونا آپ کی سمجھ میں آ گیا البتہ قلم میں منقوش ہونا صرف اسلئے آپ کی سمجھ میں نہیں آرہا کہ آپ نے قیاس مع الفارق سے کام لے کر یہ سوچا کہ قلم لکھنا ہے۔اس پر لکھا نہیں جاتا مگر آپ کی یہ سوچ اس عالم بالا تک نہیں پہنچ سکتی جہاں لوح وقلم تو درکنار ساق عرش پر بھی رسول اللہ ﷺ کا اسم مبارک منقوش ہے جبکہ حضور ﷺ کے اسم مبارک کے متعلق حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مرفوعًا مروی ہے۔

كَانَ مَكْتُوْبًا عَلٰى سَاقِ الْعَرْشِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

☆ اس حدیث کو طبرانی، حاکم، ابونعیم اور بیہقی نے روایت کیا حوالہ کیلئے دیکھئے (تفسیر فتح العزیز پ ا ص ۱۸۳ طبع نولکشور۔روح المعانی ج ا جز ا ص ۲۳۷۔روح البیان ج ا ص ۱۱۳ طبع بیروت خلاصۃ التفاسیر ج ا ص ۲۹ طبع انوار محمدی لکھنؤ) اسیطرح درنشور میں بھی ہے (بحوالہ خلاصۃ التفاسیر) ایسی صورت میں حضور ﷺ کے اسم گرامی کے قلم میں منقوش ہونے کو نرالی سی بات کہنا بجائے خود نرالی سی بات ہے۔

☆ علاوہ ازیں یہاں بھی قلم پر نام منقوش ہونے کی مثالیں بکثرت پائی جاتی ہیں پھر اسکو نرالا سمجھنا سمجھ سے بالاتر ہے۔اسم مبارک کا لوح میں مکتوب ہونا حضور ﷺ کیلئے کوئی وجہ فضیلت نہیں۔لوح میں تو ہر چیز مکتوب ہے حضور ﷺ کی فضیلت عظمی اور اہم ترین خصوصیت تو یہ ہے کہ نشان عظمت کے طور پر صرف لوح پر نہیں قلم پر بھی اسم مبارک مثبت ومنقوش ہے بلکہ ساق عرش پر بھی حضور ﷺ کا نام مبارک لکھا ہوا ہے۔یہ حضور ﷺ کی اس رفعت شان کی ایک جھلک ہے جس کا بیان اللہ جل جلالہ نے وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ میں فرمایا اگر پھلواروی صاحب اس کا انکار کریں تو ہمارے نزدیک ان کا یہ انکار پرکاہ کے برابر بھی وقعت نہیں رکھتا جبکہ آیت قرآنیہ اور اس کی مطابقت میں حدیث مذکور بھی حبیب کبریا علیہ التحیۃ والثناء کی عظمت ورفعت شان کا اعلان کررہی ہے۔صاحب درودتاج نے حضور ﷺ کے اسم مبارک کے منقوش فی اللوح والقلم ہونے کا ذکر اسی نشان عظمت ورفعت کے طور پر کیا ہے جسے پھلواروی صاحب نہیں سمجھ سکے۔

WWW.KAZMI.COM

تیسرا اعتراض اور اسکا جواب

سِدْرَةُ الْمُنْتَهٰی مَقَامُهٗ

☆ تیسرا اعتراض کرتے ہوئے پھلواروی صاحب لکھتے ہیں ''سِدْرَةُ الْمُنْتَهٰی مَقَامُهٗ'' واقعہ یہ ہے کہ سدرۃ المنتہٰی جبریل کا مقام ہے جہاں جا کر وہ ٹھہر گئے اور آگے نہ جا سکے۔ حضور ﷺ کی یہ گذرگاہ تھی۔ مقام نہ تھا۔ انتہی کلامہٗ

☆ محترم نے اس جملے کو سمجھنے میں بھی غلطی کی حقیقت یہ ہے کہ سدرہ المنتہٰی کے مقام جبریل ہونے کے جو معنی ہیں وہ یہاں مراد نہیں بلکہ یہاں حضور ﷺ کی خصوصی رفعت شان کا بیان مقصود ہے وہ یہ کہ سدرۃ المنتہٰی تک کوئی بشر نہیں پہنچا مگر حضور ﷺ اپنی بشریت مطہرہ کے ساتھ وہاں پہنچے۔

☆ ''مَقَامَهٗ'' سے یہاں صرف پہنچنے کی جگہ مراد ہے۔ ''مَقَامُ اِبْرَاهِیْمَ'' کا ذکر قرآن میں وارد ہے اور صحیحین میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے منبر شریف کو اپنا ''مقام'' فرمایا۔ حدیث کے الفاظ ہیں مَادُمْتُ فِیْ مَقَامِیْ هٰذَا (بخاری ج ۱ ص ۷۷ مسلم ج ۲ ص ۲۶۳) جس کے معنی پہنچنے اور کھڑے ہونے کی جگہ کے سوا کچھ نہیں۔ درود تاج کے اس جملے میں مَقَامَهٗ کا یہی مفہوم ہے مقام جبریل پر مقام مصطفٰی ﷺ کا قیاس ایسا ہی ہے جیسا کہ حضرت مصطفٰی ﷺ کا قیاس جبریل پر۔

چوتھا اعتراض اور اس کا جواب

قَابَ قَوْسَیْنِ کا اعراب

☆ پھلواروی صاحب کا یہ فرمانا بھی غلط ہے کہ یہاں ''قَابَ'' کو مرفوع پڑھنا چاہیئے۔ انتہٰی

☆ انہوں نے اتنا بھی نہ سمجھا کہ قرآن کے الفاظ ''قَابَ قَوْسَیْنِ'' کو بطور حکایت درود تاج میں شامل کیا گیا ہے اور درود تاج میں ''قَابَ'' کا نصب اعراب حکائی ہے۔ اعراب حکائی کی بحث میں صاحب معجم النحو نے لکھا ہے۔ اَلْحِکَایَةُ لُغَةً اَلْحَمْلُ مُمَاثَلَةً وَاصْطِلَاحًا اِیْرَادُ اللَّفْظِ الْمَسْمُوْعِ عَلٰی هَیْئَتِهٖ کَمَنْ مُحَمَّدًا اِذَا قِیْلَ رَاَیْتُ مُحَمَّدًا'' یعنی ''حکایت'' لغۃً مماثلت ہے اور اصطلاح میں کسی لفظ مسموع کو اس کی ہیئت پر وارد کرنا ''حکایت'' ہے۔ جیسے مَنْ مُحَمَّدًا؟ جب کہا جائے رَاَیْتُ مُحَمَّدًا (ص ۱۷۶ طبع مصر)

☆ آیت قرآنیہ میں لفظ ''قَابَ'' نصب کے ساتھ مسموع ہے۔ اس کی ہیئت پر درود تاج میں حکایۃً وارد کیا گیا۔ کس اہل علم کے نزدیک اعراب حکائی ناجائز ہے؟

پانچواں اعتراض اور اسکا جواب

قَابَ قَوْسَیْنِ کا معنی

☆ اس کے بعد وہ تحریر فرماتے ہیں کہ ''قَابَ قَوْسَیْنِ'' کو حضور ﷺ کا مطلوب و مقصود کہہ دینا اس وقت تک محل نظر رہے گا۔ جب تک کتاب اللہ سنت رسول اللہ ﷺ سے اس کی تصدیق نہ ہو جائے'' (انتہٰی)

WWW.KAZMIS.COM

☆ میں عرض کردوں گا کہ اسے محل نظر کہنا خود محل نظر ہے۔ شائد قَابَ قَوْسَیْنِ کے مرادی معنی پھلواروی صاحب نے سمجھے۔ اس سے مراد کمال قرب الٰہی ہے اور یہ کمال قرب اپنے حسب حال ہر مومن کا مطلوب و مقصود ہے کتاب وسنت کی تعلیم کا خلاصہ یہی ہے کہ بندے کو کمال قرب نصیب ہو جو کمال عہدیت کا معیار ہے۔ قرآن کریم میں بے شمار مقامات پر یہ مضمون وارد ہے مثلاً وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ o اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ o (پ ۲۷ الواقعہ ۱۰۔۱۱) اور جو سبقت کرنیوالے ہیں وہ تو سبقت ہی کرنیوالے ہیں۔ وہی اللہ جل جلالہ کے مقرب ہیں۔ اور بخاری شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے

وَدَنَا الْجَبَّارُ رَبُّ الْعِزَّةِ فَتَدَلّٰى حَتّٰى كَانَ مِنْهُ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْاَدْنٰى اور جبار رب العزۃ

☆ قریب ہوا۔ پھر اور زیادہ قریب ہوا یہاں تک کہ وہ اس (عبد مقدس) سے دو کمانوں کی مقدار تھا یا اس سے زیادہ قریب۔ (بخاری ج ۲ ص ۱۱۲۰)

☆ اب تو پھلواروی صاحب سمجھ گئے ہوں گے کہ ''قَابَ قَوْسَيْنِ'' کے معنی کمال قرب ہیں جو یقیناً حضور ﷺ کا مطلوب و مقصود ہے۔

چھٹا اعتراض اور اسکا جواب

درود تاج کی عربیت بے غبار ہے

☆ اس کے بعد پھلواروی صاحب فرماتے ہیں ''علاوہ ازیں یہ پوری عبارت ہی عجمی قسم کی عربی عبارت ہے ''مَوجودہٗ'' کی ترکیب اضافی کچھ عجیب سی ہے۔ ''مقصودہٗ'' اس کا موجود ہے کیا مطلب ہوا؟'' (انتہیٰ)

☆ اس عبارت کو عربی عبارت کہہ کر بلا دلیل عجمی قسم کی عربی عبارت کہنا ہماری فہم سے بالاتر ہے۔

وَالْمَطْلُوْبُ مَقْصُوْدُهٗ کا مطلب

☆ جس عبارت کے معنی انہوں نے پوچھے ہیں وہ اپنے معنی میں بالکل واضح ہے کہ ''قَابَ قَوْسَيْنِ'' یعنی کمال قرب حضور ﷺ کا مطلوب ہے اور مطلوب وہی چیز ہوتی ہے جو کسی کا مقصود ہو۔ حضور ﷺ کا مقصود ایسا نہیں جسے حضور ﷺ نے نہ پایا ہو بلکہ وہ پایا ہوا ہے۔ لہذا ''مَوجُوْدُهٗ'' کی ترکیب کو عجیب سی ترکیب کہنا عجیب سا معلوم ہوتا ہے۔

ساتواں اعتراض اور اسکا جواب

اَنِيْسِ الْغَرِيْبِيْنَ

☆ پھلواروی صاحب نے ''اَنِيْسِ الْغَرِيْبِيْنَ'' پر بھی اعتراض کیا ہے فرماتے ہیں ''کس عربی دان کو نہیں معلوم کہ ''غَرِيْبٌ'' کی جمع ''غُرَبَاءُ'' ہے نہ کہ غَرِيْبِيْن آگے خود ہی اس درود کے مصنف نے ''مُحِبِّ الْفُقَرَاءِ وَالْغُرَبَاءِ وَالْمَسَاكِيْنَ'' لکھا ہے'' (انتہیٰ)

☆ یہ اعتراض بھی ان کی علمی کمزوری کا نتیجہ ہے انہوں نے اس حقیقت کو بالکل نظر انداز کر دیا کہ فَعِيْلٌ کے ہم وزن جس صیغے کی جمع سالم نہیں آتی وہ وہی صیغہ ہے جو مفعول کے معنی میں ہو۔ جار بروی شرح شافیہ میں ہے۔ ثُمَّ مُذَكَّرُ هٰذَا الْجَمْعِ لَا يُجْمَعُ

بِالْوَاوِ وَالنُّوْنِ فَرْقًا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ فَعِيْلٍ بِمَعْنٰى فَاعِلٍ كَكَرِيْمٍ یعنی فعل بمعنی مفعول کی جمع سالم نہیں آتی تا کہ فعل بمعنی مفعول اور فعل بمعنی فاعل کے درمیان امتیاز باقی رہے جیسے کَرِیْمٌ۔(انتہیٰ)(جاربردی ص ۹۸ طبع سیٹم پریس لاہور) یعنی کَرِیْمٌ چونکہ فاعل کے معنی میں ہے اس لئے یہ اس قانون کے ماتحت نہیں بلکہ اس کی جمع کَرِیْمُوْنَ آتی ہے جیسا کہ رضی شرح شافیہ میں ہے۔وَالَّذِیْ بِمَعْنَی الْفَاعِلِ یُجْمَعُ فَلَمْ یُجْمَعِ الَّذِیْ بِمَعْنَی الْمَفْعُوْلِ جَمْعَ السَّلَامَةِ فَرْقًا بَیْنَهُمَا یعنی فَعِیْل کے وزن پر جو صیغہ فاعل کے معنی میں آئے اس کی جمع سالم آتی ہے۔جیسے رَحِیْمٌ کی جمع رَحِیْمُوْنَ اور رَحِیْمَةٌ کی جمع رَحِیْمَاتٌ اور کَرِیْمٌ کی جمع کَرِیْمُوْنَ اور کَرِیْمَةٌ کی جمع کَرِیْمَاتٌ ہے تو فعل کے وزن پر جو صیغہ کہ مفعول کے معنی میں ہو اس کی جمع سالم نہیں آتی تا کہ دونوں کے درمیان فرق باقی رہے۔(انتہیٰ)(رضی شرح شافیہ ص ۱۴۸ ج ۲ طبع بیروت)۔لفظ غَرِیْبٌ فعل کے وزن پر صرف فاعل کے معنی میں آتا ہے لہذا اس کی جمع غَرِیْبُوْنَ اسی طرح جائز ہے جس طرح رَحِیْمٌ اور کَرِیْمٌ کی جمع کَرِیْمُوْنَ جائز ہے۔

☆ صاحب درود تاج نے غَرِیْبِیْنَ کے بعد غُرَبَاءِ کا لفظ وارد کر کے اس حقیقت کو واضح کر دیا کہ اس کی جمع سالم اور مکسر دونوں جائز ہیں۔جیسے رَحِیْمٌ اور کَرِیْمٌ کی جمع سالم اور جمع مکسر یعنی رُحَمَاءُ اور کُرَمَاءُ دونوں بلاشبہ جائز ہیں۔

لفظ غَرِیْبِیْنَ کا استعمال

☆ امام لغت حدیث علامہ محمد طاہر نے اپنی مشہور و معروف تصنیف ''مجمع بحار الانوار'' کے مقدمہ میں اپنے مآخذ کا ذکر کرتے ہوئے کتاب ''ناظرین الغریبین'' کا ذکر فرمایا اور غَرِیْبِیْنَ کی مناسبت سے حرف غ اس کیلئے رمز قرار دیا اور متعدد مقامات پر ''ناظرین الغریبین'' سے حدیث کے مطالب و فوائد اخذ کئے۔علامہ محمد طاہر جو کچھ نھایہ سے اخذ کرتے ہیں بعض اوقات اسکے ساتھ ان فوائد کو بھی شامل کر دیتے ہیں جو ناظرین الغریبین سے اخذ فرماتے ہیں۔جیسا کہ علامہ موصوف نے آغاز کتاب میں فرمایا۔وَاَضُمُّ اِلٰی ذٰلِكَ مَا فِیْ نَاظِرِ عَیْنِ الْغَرِیْبِیْنَ مِنَ الْفَوَائِدِ۔(مجمع بحار الانوار ج ۱ ص ۳ طبع نولکشور) یہ کتاب میری نظر سے نہیں گذری لیکن اس کے ملتقطات اور فوائد ماخوذہ عظیم و جلیل کتاب ہے جس کے نام ''ناظرین الغریبین'' لغت حدیث میں ہے کہ اہل علم نے لفظ غَرِیْبِیْن استعمال کیا ہے۔پھلواروی صاحب نے لفظ غریبین کو غلط قرار دے کر اپنی لاعلمی کا مظاہرہ فرمایا۔

☆ علاوہ ازیں اگر ہمارے پیش کردہ حوالہ جات اور علماء صرف و نحو کی واضح عبارت سے قطع نظر بھی کر لیا جائے۔تب بھی لفظ غریبین کے استعمال کو غلط کہنا صحیح نہیں کیونکہ اس قسم کا استعمال آخر کلمات میں رعایت تناسب کی صورت میں بلاشبہ جائز ہے۔ایسے استعمال کی مثال قرآن میں سورۃ دھر میں ''سَلَا سِلَا'' اور ''قَوَارِیْرَا'' کو تنوین کیساتھ پڑھنا ہے۔جو خلاف قاعدہ ہے اور اہل عرب کے استعمالات اور محاورات کے خلاف ہے کیونکہ یہ دونوں لفظ غیر منصرف ہیں اور غیر منصرف پر تنوین جائز نہیں۔مگر علماء نے سجع یا فاصلہ کی صورت میں ایک دوسرے کے ساتھ متصلاً استعمال ہونے والے کلمات کے آخر میں تناسب کی رعایت کی بناء پر بلاشبہ اسے جائز کہا۔(ملخصًا)(النحو الوافی ج ۴ ص ۲۷۰ تا ۲۷۱) سَلَا سِلَا (بالتنوین) نافع، کسائی، ابوبکر اور ہشام کی قرات ہے (تفسیر مظہری ج ۱۰

WWW.KAZMI.COM

ص۱۴۹)اور قَوَارِیْرَا(بالتنوین)ابن کثیر کی قرات ہے(مظہری ج۱۰ص۱۵۷)یہ دونوں قراتیں مرعات تناسب کی وجہ سے جائز ہیں۔قرات متواترہ کی بناء پران کے جائز ہونے میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔درودتاج میں لفظ غَرِیْبِیْن بھی بصورت سجع کلمات متجاورہ کے آخر میں تناسب کی رعایت کی بناء پر بلاشبہ جائز ہے بلکہ حسب تصریح صاحب النحو الوافی ج۴ص۲۷۰' آخرکلمات کا یہ تناسب مخاطب کی سمع کولذت بخشتا ہےاور سننے والے کے کان کوشیرینی فراہم کرتا ہےتقویت معنی میں نہایت موثر ہے۔قاری اور سامع دونوں کی روح میں ان کلمات کو پیوست کردیتا ہے۔(انتہیٰ)

☆ پورادرودتاج اسی نوعیت کا ہے بالخصوص انہی کلمات متجاورہ مختومہ باالسجع کوایک مرتبہ اسی خیال سے پڑھیں اوراندازہ فرمائیں کہ مراعات تناسب نے ان کلمات کوکس قدر موثر کردیا ہے بشرط محبت آپ یقیناً محسوس کرینگے کہ دل کی گہرائیوں میں یہ کلمات اترتے جلے جارہے ہیں۔سامعہ لطف اندوز ہےاورروح کوغذامیسر ہورہی ہے۔درودتاج کے وہ کلمات مبارکہ حسب ذیل ہیں۔

سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ شَفِیْعِ الْمُذْنِبِیْنَ اَنِیْسِ الْغَرِیْبِیْنَ رَحْمَةٍ لِّلْعٰلَمِیْنَ رَاحَةِ الْعَاشِقِیْنَ مُرَادِ الْمُشْتَاقِیْنَ شَمْسِ الْعَارِفِیْنَ سِرَاجِ السَّالِکِیْنَ مِصْبَاحِ الْمُقَرَّبِیْنَ

☆ اگراس مقام پر یہ شبہ وارد کیا جائے کہ آخرکلمات میں رعایت تناسب کا حکم النحو الوافی میں غیرمنصرف سے متعلق ہےاور ہمارے پیش نظر لفظ غَرِیْبِیْنَ ہےتواسکا ازالہ یہ ہے کہ خلاف قاعدہ اورمحاورات اہل عرب کے خلاف ہونے میں غیرمنصرف پرتنوین داخل کرنا اور بزعم فاضل مخاطب غَرِیْبٌ کی جمع غَرِیْبِیْنَ لانا دونوں یکساں ہے۔لہذا آخرکلمات میں رعایت تناسب کا حکم بھی دونوں کیلئے یکساں ہوگا۔

آٹھواں اعتراض اور اسکا جواب

لفظ غَرِیْب کا معنی

☆ اس کے بعد پھلواروی صاحب فرماتے ہیں کہ درودتاج میں ''دونوں جگہ لفظ غریب کا وہ مفہوم لیا گیا ہے جو ہماری اردو زبان میں ہے یعنی محتاج' بے مایہ''(انتہیٰ)

☆ ان کا یہ دعوی محض بلادلیل ہے۔درودتاج میں اِنِیْسِ الْغَرِیْبِیْنِ اور مُحِبِّ الْفُقَرَاءِ دونوں جگہ پر لفظ غَرِیْب سے اجنبی مراد ہے' اجنبی اور پردیسی کا کوئی انیس اورمحبّ نہیں ہوتا۔رسول کریم ﷺ ہر پردیسی اوراجنبی کے انیس اورمحبّ ہیں۔اَنِیْسِ الْغَرِیْبِیْنَ اورمُحِبِّ الْفُقَرَاءِ وَالْغُرَبَاءِ کا یہی مفہوم ہے' انیس اورمحبّ اس مفہوم کیلئے واضح قرینہ ہیں۔

☆ شاید پھلواروی صاحب نے غُرَبَاءِ کے ساتھ فُرَاءِ اور مَسَاکِیْن کے الفاظ دیکھ کر یہ سمجھ لیا کہ فقراءاورمساکین محتاج ہوتے ہیں۔اسلئے غُرَبَاءِ سے بھی محتاج لوگ مراد ہیں مگرانہوں نے یہ نہ دیکھا کہ لفظ فُقَرَاء کا معطوف ہےاور مَسَاکِیْن کا معطوف علیہ۔عطف مغایرت کوچاہتا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہاں دونوں میں سے کسی ایک جگہ بھی لفظ غَرِیْب کا مفہوم محتاج وبے مایہ نہیں لیا گیا بلکہ دونوں جگہ وہ اجنبی ہی کے معنی میں استعمال ہوا ہے پھلواروی صاحب کا یہ اعتراض۔راصل اظہارعناد کے سوا کچھ نہیں۔

www.kazmis.com

نواں اعتراض اور اسکا جواب

رَاحَةِ الْعَاشِقِيْنَ

☆ پھلواروی صاحب نے درود تاج کے الفاظ رَاحَةِ الْعَاشِقِيْنَ میں لفظ عاشقین پر اعتراض کرتے ہوئے لکھا ہے ''محبت ایک لطیف میلان قلب کا نام ہے مگر عشق محض زورِ گندم ہوتا ہے جس کا سارا تعلق حسن و شباب سے ہے' مولانا روم نے صحیح کہا ہے

عشق نہ بود آنکہ در مردم بود
ایں خمار از خوردن گندم بود

☆ لفظ عشق اتنا گرا ہوا' گھٹیا اور سخیف لفظ ہے کہ قرآن کریم اور احادیث صحیحہ نے اس لفظ کے استعمال سے مکمل احتراز کیا ہے'' (انتہیٰ)

عشق کے معنی

☆ پھلواروی صاحب نے عشق کے معنی زورِ گندم بتائے ہیں جو آج تک کسی نے نہیں بتائے۔ لغت کی کسی کتاب میں لفظ عشق کے یہ معنی کوئی نہ دکھا سکے گا البتہ اس معنی پر انہوں نے مولانا رومی رحمتہ اللہ علیہ کے اس شعر سے ضرور استدلال فرمایا ہے جو پھلواروی صاحب کے حواس باختہ ہونے کی دلیل ہے۔ مولانا رومی تو اس شعر میں یہ فرمارہے ہیں کہ لوگوں میں جو خواہش نفسانی پائی جاتی ہے وہ عشق نہیں وہ تو محض گندم کھانے کا خمار ہے پھلواروی صاحب نے اسی خمارِ گندم کو عشق قرار دے دیا جس کے عشق ہونے کی مولانا رومی رحمتہ اللہ علیہ نفی فرمارہے ہیں

ناطقہ سر بہ گریباں ہے اسے کیا کہئے

عشق مولانا رومی کی نظر میں

☆ مولانا نے اس شعر میں خمارِ گندم کی مذمت کی ہے مگر حسب ذیل اشعار میں عشق کی مدح فرمائی ہے

ہر کرا جامہ ز عشق چاک شد
اوز حرص و عیب کلی پاک شد
شاد باش اے عشق خوش سودائے ما
اے طبیب جملہ علتہائے ما
اے دوائے نخوت و ناموس ما
اے تو افلاطون و جالینوس ما
جسم خاک از عشق بر افلاک شد
کوہ در رقص آمد و چالاک شد

WWW.KAZMIS.COM

☆ یعنی جس کے وجود نفسانی کا جامہ عشق سے چاک ہوگیا۔ وہ حرص اور ہر عیب سے پاک ہوگیا۔ اے ہمارے عشق خوش سوداء اور ہماری تمام بیماریوں کے طبیب تو خوش رہ۔ اے ہماری نخوت وغرور کی دوا۔ اے ہمارے عشق تو ہی ہمارا افلاطون اور جالینوس ہے جسم خاکی عشق سے افلاک پر پہنچا' پہاڑ رقص میں آ کر چست وچالاک ہوگیا۔

☆ ان اشعار میں مولانا رومی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے عشق وخوش سودا کو تمام بیماریوں کا طبیب اور اسی عشق کو اپنی نخوت وناموس کی دوا اور اسی عشق کو اپنا افلاطون اور جالینوس فرما کر اس کی مدح فرمائی ہے۔ پہلے شعر کے ساتھ ان اشعار کو ملا کر پڑھیئے۔ مولانا رومی رحمتہ اللہ علیہ کے کلام کا مفہوم آپ پر واضح ہو جائے گا کہ زورِ گندم عشق نہیں کیونکہ وہ انسانی خواہشات کو ابھارتا اور انسان کو بیشمار امراض قلبیہ میں مبتلا کر دیتا ہے عشق تو ان کے نزدیک ایک ایسا جوہر لطیف ہے کہ اگر وہ کسی کے وجود نفسانی کا جامہ چاک کر دے تو وہ حرص اور ہر عیب سے پاک ہو جائے وہ فرماتے ہیں۔ عشق ہی ہماری تمام بیماریوں کا طبیب اور نخوت وناموس کی دوا ہے۔ اسی عشق نے جسد خاکی کو افلاک پر پہنچایا اور اسی عشق سے پہاڑ رقص میں آیا۔

☆ خلاصہ یہ ہے کہ مولانا کے نزدیک زور گندم عشق نہیں کیونکہ وہ امراض قلبیہ کا سبب ہے اور عشق ان کے نزدیک تمام امراض قلبیہ کا طبیب ہے۔

ببیں تفاوتِ رہ از کجاست تا بہ کجا

محبت

☆ اس ضمن میں پھلواروی صاحب نے ایک لطیف میلان قلب کا نام محبت رکھا ہے گویا ان کے نزدیک محبت میں نفسانی خواہش' زورِ گندم اور حسن وشباب سے تعلق کا شائبہ ممکن ہی نہیں حالانکہ اہل عرب کے کلام اور محاورات میں محبت کا لفظ حسن وشباب کے تعلق' نفسانی خواہش اور زورِ گندم کے معنی میں بھی بکثرت مستعمل ہے۔ حدیث میں بھی اس کی مثالیں موجود ہیں مثلاً بخاری شریف میں ہے

اِنَّهَا كَانَتْ لِیْ بِنْتُ عِمٍّ اَحْبَبْتُهَا كَاَشَدِّ مَايُحِبُّ الرِّجَالُ النِّسَآءَ فَطَلَبْتُ مِنْهَا فَاَبَتْ

ترجمہ☆ غار میں پھنسے ہوئے تین آدمیوں میں سے ایک نے کہا میری چچا کی بیٹی تھی جس سے میں ایسی محبت کرتا تھا جیسی شدید ترین محبت مردوں کو عورتوں سے ہوتی ہے لہذا میں نے اس سے اپنی خواہش پوری کرنا چاہی تو اس نے انکار کر دیا۔ (بخاری ج ا ص ۳۱۴)

☆ الفاظ حدیث کی روشنی میں پھلواروی صاحب کے اپنے من گھڑت عشق کے معنی اور محبت میں کیا فرق رہا؟ مولانا رومی کے اشعار میں تو عارفین کا عشق مذکور تھا جو راحۃ العاشقین کے الفاظ سے مراد ہے۔ اب اہل لغت کی طرف آیئے تمام اہل لغت نے لفظ عشق پر کلام کرتے ہوئے اسکے معنی ''فرط محبت'' کے لکھے ہیں۔ مختار الصحاح ص ۳۷۴ میں ہے۔ اَلْعِشْقُ فَرْطُ الْحُبِّ اسیطرح لسان العرب ج ۱۰ ص ۲۵' تاج العروس ج ۷ ص ۱۳ اور قاموس ج ۳ ص ۲۶۵ میں ہے۔

☆ جس طرح محبت پاکیزہ بھی ہوتی ہے اور خبیث بھی۔ اسی طرح عشق بھی پاکیزگی اور خبث دونوں میں پایا جاتا ہے ملاحظہ ہو قاموس میں ہے اَلْعِشْقُ۔۔۔۔اِفْرَاطُ الْحُبِّ وَيَكُوْنُ فِیْ عَفَافٍ وَفِیْ دَعَارَةٍ (ص ۲۶۵ ج ۳) یعنی عشق کا معنی افراط محبت ہے جو

پاک دامنی میں ہوتا ہے اور خبث میں بھی معلم ہوا کہ عشق اور محبت میں شدت اور افراط کے سوا کوئی فرق نہیں۔

لفظ عشق کا ثبوت

☆ پھلواروی صاحب فرماتے ہیں کہ ''لفظ عشق اتنا گرا ہوا' گھٹیا اور سخیف لفظ ہے کہ قرآن اور احادیث صحیحہ نے اس لفظ کے استعمال سے مکمل احتراز کیا ہے''

☆ قرآن وحدیث میں لفظ ''عشق'' سے مکمل احتراز کا دعوی محل نظر ہے۔ قرآن میں نہ سہی مگر حدیث میں ''عَشِقَ'' کے الفاظ موجود ہیں۔ بروایت خطیب بغدادی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے

مَنْ عَشِقَ فَعَفَّ ثُمَّ مَاتَ مَاتَ شَهِيْدًا

ترجمہ☆ جس کو کسی سے عشق ہوا پھر وہ پاک دامن رہتے ہوئے مر گیا تو وہ شہید ہے۔

☆ اس کے علاوہ دوسری حدیث بھی بروایت خطیب حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے

مَنْ عَشِقَ فَكَتَمَ وَعَفَّ فَمَاتَ فَهُوَ شَهِيْدٌ

ترجمہ☆ جس کو کسی سے عشق ہوا پھر اس نے چھپایا اور پاک دامن رہتے ہوئے مر گیا تو وہ شہید ہے۔ (الجامع الصغیر ج ۲ ص ۱۷۵ طبع مصر)

☆ اگر چہ ان دونوں حدیثوں میں ضعف کا قول کیا گیا ہے لیکن اس حدیث کو امام سخاوی نے مقاصد حسنہ میں اسانید متعددہ سے وارد کیا بعض میں کلام کیا اور بعض کو برقرار رکھا جن اسانید کو برقرار رکھا وہ ضعیف نہیں چنانچہ امام سخاوی نے اس حدیث کی اسانید میں سے ایک سند کے متعلق فرمایا وَهُوَ سَنَدٌ صَحِيْحٌ (مقاصدِ حسنہ ص ۴۲۰)

☆ علامہ سخاوی فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو امام خرائطی اور دیلمی وغیرھما نے روایت کیا۔ بعض محدثین کے نزدیک اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں

مَنْ عَشِقَ فَعَفَّ فَكَتَمَ فَصَبَرَ فَهُوَ شَهِيْدٌ

ترجمہ☆ جس کو کسی سے عشق ہو گیا پھر وہ پاک دامن رہا اور اسے چھپایا اور صبر کیا تو وہ شہید ہے۔

☆ اور امام بیہقی نے اسے طرقِ متعددہ سے روایت کیا (مقاصدِ حسنہ ص ۴۱۹، ۴۲۰ طبع مصر)

☆ اہل علم جانتے ہیں کہ طرقِ متعددہ سے سند ضعیف کو تقویت حاصل ہو جاتی ہے۔ مختصر یہ کہ لفظ عشق حدیث میں وارد ہے۔ قرآن و حدیث میں اس سے مکمل احتراز کا جو دعوی کیا گیا ہے صحیح نہیں۔

عدم ورود ثبوت سخافت نہیں

☆ علاوہ ازیں پھلواروی صاحب کی یہ دلیل کہ لفظ عشق چونکہ قرآن و حدیث میں وارد نہیں ہوا۔ اس لئے وہ نہایت گرا ہوا' گھٹیا اور

WWW.KAZMIS.COM

سخیف ہے۔ قطعاً درست نہیں بکثرت کلمات فصیحہ کتاب وسنت میں وارد نہیں ہوئے مثلاً لفظ ''طُروف'' اور اس کا واحد ''ظرف'' قرآن کریم میں کہیں وارد نہیں ہوا نیز ''نظم'' اور ''نسق'' دونوں محاورات عرب میں کثیر الاستعمال اور فصیح ہیں لیکن ان میں سے کوئی ایک لفظ بھی قرآن کریم میں کہیں وارد نہیں ہوا۔ نہ ان دونوں میں سے کوئی لفظ کسی حدیث میں آیا ہے۔ ترمذی شریف میں ''نِظَامِ بَالِ'' کے الفاظ وارد ہیں (ج ۹ ص ۵۹ طبع مصر) اور مسند امام احمد میں ایک جگہ لفظ ''مَنْظُوْمَات'' اور دوسری جگہ ''اِنْتَظَمَتْ'' کا لفظ آیا ہے (ج ۲ ص ۲۱۹، ج ۴ ص ۵۲ طبع بیروت) لیکن لفظ نظم بعینہٖ آج تک کسی حدیث میں منقول نہیں ہوا اسی طرح نَاسِقُوْ بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ کے الفاظ بعض علماء نے حدیث سے نقل کئے ہیں (مجمع بحار الانوار ج ۳ ص ۳۵۲ طبع نولکشور) لیکن لفظِ نسق آج تک کسی حدیث سے کسی نے نقل نہیں کیا۔ کیا پھلواروی صاحب ان الفاظ کو بھی گھٹیا' گرا ہوا اور سخیف قرار دیں گے؟

☆ پھر یہ کہ لفظ عشق نہ سہی مگر اس کے معنی (شدتِ محبت اور فرطِ محبت) جو لغت کی معتبر کتابوں سے ہم نقل کر چکے ہیں۔ قرآن کریم و حدیث میں بکثرت وارد ہیں جیسے وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ اور جو لوگ ایمان لائے وہ اللہ جل جلالہ کیلئے بہت زیادہ محبت رکھنے والے ہیں (پ ۲ بقرہ)

☆ اسی طرح حدیث شریف میں ہے کہ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مومن وہی ہے جس کے دل میں سب سے زیادہ میری محبت ہو (بخاری ج ۱ ص ۷ مسلم ج ۱ ص ۴۹) شدت محبت اور زیادت محبت ہی عشق کے معنی ہیں جو اس آیت اور اس حدیث میں وارد ہیں۔

☆ اللہ جل جلالہ اور اس کے رسول کی فرط محبت کے معنی میں علماء اور صلحاء امت اور فصحا ملت نے نظماً ونثراً اس لفظ عشق کو جس کثرت سے استعمال کیا ہے کسی سے مخفی نہیں۔ کیا اس کے بعد بھی اسے گرا ہوا گھٹیا اور سخیف کہنے کا جواز باقی رہتا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ لفظ عشق اصل میں گھٹیا' سخیف اور گرا ہوا ہونے کی دلیل ہے بلکہ پھلواروی صاحب کی ذہنیت رکھنے والے اگلے پچھلے لوگوں نے اس کے معنی زورِ گندم سمجھ کر اسے گرے ہوئے' گھٹیا اور سخیف معنی میں استعمال کیا۔ اسی لئے اس کا استعمال عام مذموم قرار پایا۔ بجز ایسے بعض استعمالات کے جہاں سخیف اور گھٹیا اور معنی کا واہمہ متصور ہی نہ ہو جیسے رَاحَةِ الْعَاشِقِيْنَ یہاں اس قسم کے توہم کا کوئی شائبہ تک نہیں پایا جاتا۔

دسواں اعتراض اور اسکا جواب

اقارب سے کمال درجے کی محبت

☆ پھلواروی صاحب فرماتے ہیں ''انسان کو اپنے والدین سے، بہن' بھائی سے دختر وفرزند سے کمال درجے کی محبت تو ہو سکتی ہے اور ہوتی ہے لیکن ان میں سے کسی ایک سے بھی عشق نہ ہوتا ہے اور نہ ہو سکتا ہے'' (انتہیٰ)

☆ ہم ابھی ثابت کر چکے ہیں کہ عشق کے معنی کمال درجے کی محبت کے سوا کچھ نہیں لیکن ماں باپ' بہن بھائی کے ساتھ کمال محبت کو عشق اس لئے نہیں کہا جاتا اور نہ کہا جا سکتا ہے کہ پھلواروی صاحب جیسی ذہنیت رکھنے والوں نے خمار گندم کا نام عشق رکھ دیا ہے جس کا تصور بھی والدین اور بہن' بھائی کے متعلق نہیں کیا جا سکتا۔

WWW.KAZMIS.COM

گیارھواں اعتراض اور اسکا جواب

زورِ گندم اور عشق

☆ پھلواروی صاحب فرماتے ہیں محبت کو بقا ہوتی ہے، عشق فانی ہے۔ انتہیٰ

☆ درست فرمایا زورِ گندم یقیناً فانی ہے مگر وہ عشق نہیں، عشق تو کمالِ محبت کا نام ہے اور وہ باقی ہے۔

بارھواں اعتراض اور اسکا جواب

حضور ﷺ کو معشوق کہنا جائز نہیں

☆ پھلواروی صاحب فرماتے ہیں ''حضور ﷺ کو معشوق کہنا انتہائی بدتمیزی ہے پس جب حضور ﷺ معشوق نہیں تو راحۃ العاشقین کس طرح ہو سکتے ہیں''؟ انتہیٰ

☆ بجا فرمایا کوئی صاحب ہوش وحواس حضور ﷺ کے حق میں یہ لفظ نہیں کہہ سکتا۔ اگر کہے گا تو یقیناً بدتمیز قرار پائے گا مگر صاحب درود تاج نے حضور ﷺ کے حق میں یہ لفظ نہیں کہا۔

☆ اس مقام پر پھلواروی صاحب کا یہ کہنا کہ جب حضور ﷺ معشوق نہیں تو ''راحۃ العاشقین'' کیسے ہو سکتے ہیں؟ انتہائی مضحکہ خیز ہے حکم اور اطلاق کا فرق بھی پھلواروی صاحب نہیں سمجھ سکے۔ عشق کے معنی کمال محبت کے اعتبار سے اَلْعَاشِقِیْنَ کے معنی محبین کاملین ہیں جس کا مفاد یہ ہے کہ حضور ﷺ محبوب اکمل ہیں محبوب اکمل اپنے محبّ کامل کی راحت ہوتا ہے۔

☆ خلاصہ یہ ہے کہ درود تاج میں حضور ﷺ کی ذات مقدسہ پر محبوب اکمل ہونے کا حکم ہے۔ لفظ معشوق کا اطلاق نہیں۔

☆ صاحب درود تاج نے حضور ﷺ کو راحۃ العاشقین کہا ہے معشوق نہیں کہا پھلواروی صاحب کا ان پر یہ الزام کہ انہوں نے راحۃ العاشقین کہہ کر حضور ﷺ کو معشوق کہہ دیا۔ اگر حضور ﷺ معشوق نہیں تو راحۃ العاشقین کیسے ہو سکتے ہیں۔ بالکل ایسا ہے جیسے اللہ جل جلالہ کو ''خَالِقُ کُلِّ شَیْئٍ'' کہنے والے پر یہ الزام لگا دیا جائے کہ معاذ اللہ اس نے اللہ جل جلالہ کو ''خَالِقُ الْخَنَازِیْر'' کہہ کر شان الوہیت میں گستاخی کی ہے کیونکہ اگر اللہ جل جلالہ خالق الخنازیر نہیں تو خالق کل شئ کیسے ہو سکتا ہے؟ جس طرح یہ الزام قطعاً غلط اور لغو ہے اسی طرح راحۃ العاشقین کہنے کی بنیاد پر مؤلف درود تاج پر حضور ﷺ کو معشوق کہنے کا الزام بھی غلط، بیہودہ اور لایعنی ہے۔

رَاحَۃِ الْعَاشِقِیْنَ پر اعتراض کا خمیازہ

☆ اگر پھلواروی صاحب ''رَاحَۃِ الْعَاشِقِیْنَ'' کے الفاظ سے یہ الزام لگاتے ہیں کہ درود تاج میں حضور ﷺ کو معشوق کہا گیا ہے تو اپنے اوپر بھی اس الزام کو قبول کر لیں کہ انہوں نے ماں، بہن اور بیٹی کو محبوبہ کہا ہے جبکہ ماں، بہن اور بیٹی کو اس کے بیٹے بھائی اور باپ کی محبوبہ کہنا انتہائی معیوب ہے۔ ہم ابھی پھلواروی صاحب کا کلام نقل کر چکے ہیں کہ انسان کو اپنے والدین، بھائی، بہن سے دختر و فرزند سے کمال درجہ محبت ہوتی ہے۔ پھلواروی نے یہی کہہ کر ماں بہن اور بیٹی کو محبوبہ کہدیا کیونکہ اگر وہ محبوبہ نہیں تو ان کے ساتھ کمال درجہ کی محبت کیسے ہو سکتی ہے؟

www.kazmi.com

☆ اگر پھلواروی صاحب اپنے اوپر یہ الزام قبول کرنے کو تیار نہیں تو درود تاج کے مؤلف پر یہ الزام رکھنا سراسر ناانصافی نہیں تو کیا ہے؟

تیرھواں اعتراض اور اسکا جواب

مَحْبُوْبِ رَبِّ الْمَشْرِقَيْنِ

☆ پھلواروی صاحب فرماتے ہیں کہ محبوب کا لفظ لغتہً تو غلط نہیں ہوسکتا لیکن حضور ﷺ کیلئے یہ لفظ میری ناقص نگاہوں سے نہیں گزرا۔ صحابہ کرام "خَلِیْلِیْ" یا "حَبِیْبِیْ" تو کہتے تھے لیکن "مَحْبُوْبِیْ" و "مَعْشُوْقِیْ" کبھی نہ کہا۔ انتہیٰ کلامہٗ

☆ پھلواروی صاحب کے آخری جملے سے یہ تاثر ملتا ہے کہ حضور ﷺ کو محبوب کہنا اور معشوق کہنا دونوں کا حکم ایک ہے لفظ معشوق کے متعلق تو ہم ابھی کہہ چکے ہیں کہ حضور ﷺ کے حق میں یہ لفظ کہنا انتہائی بدتمیزی ہے بجز کسی بے حواس کے کوئی مسلمان حضور ﷺ کو معشوق نہیں کہہ سکتا لیکن لفظ محبوب کو بھی اس کے ساتھ ملا دینا انتہائی جسارت ہے کیا پھلواروی صاحب نے یہ سمجھ لیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ثناء میں کوئی ایسا لفظ جائز نہیں جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نہ کہا ہو؟

عدم ورود دلیل عدم جواز نہیں

☆ اگر واقعی وہ یہ سمجھتے ہیں تو بہت بڑی غلطی میں مبتلا ہیں متقدمین و متاخرین علماء و صلحاء امت نے حضور ﷺ کی مدح و ثناء میں بے شمار ایسے الفاظ استعمال کئے ہیں جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت نہیں مثلاً "وَسِیْلَتِیْ" "مُحْسِنِ اَعْظَمْ" "اِمَامُ الْاَنْبِیَاءِ" جن پر آج تک کسی نے انکار نہیں کیا اور وہ بلاشبہ جائز ہیں ہاں! ایسا کوئی لفظ جو حضور ﷺ کے شایان شان نہ ہو کسی کے نزدیک جائز نہیں، نہ درود تاج میں کوئی ایسا لفظ وارد ہوا۔

☆ پھلواروی صاحب کے اس آخری جملے سے کچھ ایسا بھی محسوس ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کے محبوب ہونے کا تصور ان کیلئے معاذ اللہ سوہان روح ہے۔

چودھواں اعتراض اور اسکا جواب

جَدِّ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ حسنین کریمین بلکہ جمیع امت مسلمہ باعث فخر

☆ پھلواروی صاحب فرماتے ہیں "رسم دنیا کے مطابق چھوٹا اپنے بڑوں کیلئے باعث فخر ہوسکتا ہے لیکن صرف اس وقت جبکہ وہ مجموعی حیثیت سے یا کسی خاص امتیازی کارگزاری میں اپنے بزرگوں سے آگے نکل جائے یا کم از کم ان کے برابر ہوجائے یا کسی ایسے وصف کا مالک ہوجائے جو اس کے بڑوں کو حاصل ہی نہ ہوا ہو۔ نواسہ رسول ﷺ ہونا حضرات حسنین کریمین کیلئے باعث فخر ہوسکتا ہے لیکن حضور ﷺ کیلئے حسنین کا نانا ہونا قطعاً کوئی شرف۔ مہاجرین و انصار کو چھوڑ کر کسی ایسے کو باعث فخر بنانا جو نہ مہاجر ہے نہ انصار۔ یقیناً ایک ایسی غالیانہ ذہنیت کا غماز ہے جس کا اہل سنت سے کوئی تعلق نہیں" (ملخصاً)

☆ پھلواروی صاحب نے رسم دنیا کا سہارا لے کر اپنے دل کی بھڑاس نکالی ہے۔ دین کے کسی گوشے میں انہیں پناہ نہیں ملی۔ ذرا

دین کے میدان میں آیئے ہم آپ کو بتائیں گے کہ کسی کا باعث فخر ہونا ہرگز اس بات کو مستلزم نہیں کہ جس شخص کے باعث فخر کیا جائے وہ فخر کرنیوالے سے افضل یا اس کے برابر ہو۔ دیکھیئے حدیث میں وارد ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مخاطب فرما کر ارشاد فرمایا

اِنِّیْ مُکَاثِرٌ بِکُمُ الْاَنْبِیَاءَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ

ترجمہ☆ میں تمہارے باعث قیامت کے دن انبیاء علیہم السلام پر فخر کروں گا۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۱۵۸ طبع بیروت)

☆ اور ترمذی شریف میں ہے

اِنِّیْ مُکَاثِرٌ بِکُمُ

ترجمہ☆ میں تمہارے باعث فخر کروں گا (ترمذی ج ۱ ص ۳۰ طبع دہلی)

☆ اور ابوداؤد میں ہے

فَاِنِّیْ مُکَاثِرٌ بِکُمُ

ترجمہ☆ بیشک میں تمہارے سبب فخر کروں گا (ابوداؤد ج ۱ ص ۲۸۰ طبع اصح المطابع کراچی)

☆ یہی الفاظ نسائی میں بھی ہیں (ج ۲ ص ۵۹ طبع دہلی) اور مسند احمد میں ایک دوسری جگہ وارد ہے

وَمُکَاثِرٌ بِکُمُ

ترجمہ☆ میں تمہاری وجہ سے فخر کروں گا۔ (ے ۳۵۱ ج ۴ طبع بیروت)

☆ اور ابن ماجہ میں ہے

وَاِنِّیْ مُکَاثِرٌ بِکُمُ الْاُمَمَ

ترجمہ☆ اور بے شک میں تمہارے باعث دوسری امتوں پر فخر کروں گا۔ (ابن ماجہ ج ۲ ص ۲۹۱ طبع المطابع کراچی)

☆ کتب احادیث میں روایات منقولہ بتفاوت یسیر متعدد مقامات پر مختلف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مرفوعاً وارد ہیں جن کی دلالت قطعیہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کی امت حضور ﷺ کیلئے باعث فخر ہے۔ حسنین کریمین، حضور ﷺ کی امت ہونے کے علاوہ حضور ﷺ کے صحابی بھی ہیں۔ صرف صحابی نہیں بلکہ حضور ﷺ کی اولاد امجاد اور اہل بیت اطہار ہونے کا شرف بھی انہیں حاصل ہے۔ جب حضور ﷺ کی امت حضور ﷺ کیلئے باعث فخر ہے تو حسنین کریمین حضور ﷺ کیلئے بطریق اولی باعث فخر ہیں جبکہ امت کے کسی ایک فرد کا حضور ﷺ سے افضل یا حضور ﷺ کے برابر ہونا بھی ممکن نہیں بلکہ حضور ﷺ مطلقاً افضل الخلق ہیں۔

☆ ثابت ہوا کہ حسنین کریمین کا حضور ﷺ کیلئے باعث فخر ہونا ہرگز اس بات کو مستلزم نہیں کہ معاذ اللہ وہ حضور ﷺ سے افضل یا حضور ﷺ کے برابر ہوں۔ پھلواروی صاحب کی غلط فہمی یہ ہے کہ انہوں نے حسنین کریمین کا حضور ﷺ کے لئے باعث فخر ہونا حضور ﷺ سے ان کے افضل ہونے کو مستلزم سمجھ لیا اور یہ قطعاً غلط ہے۔ دیکھیئے حدیث شریف میں وارد ہے

اِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ یُبَاھِیْ بِکُمُ الْمَلٰئِکَۃَ

ترجمہ☆ حضور ﷺ نے فرمایا اے میرے صحابہ بیشک اللہ عزوجل تمہارے باعث ملائکہ پر فخر فرماتا ہے۔

www.kazmis.com

☆ یہ حدیث مسلم شریف ج ۲ ص ۳۴۶ طبع اصح المطابق کراچی اور مسند امام احمد ج ۲ ص ۱۸۶، ۱۸۷ طبع بیروت پر وارد ہے۔ نسائی اور ابن ماجہ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے جس سے ثابت ہوا کہ امت محمدیہ ﷺ کیلئے بھی باعث فخر ہے کیا پھلواروی صاحب معاذ اللہ یہاں بھی اس استلزام کو تسلیم کریں گے؟ (العیاذ باللہ) ذرا غور کرنے سے یہ بات سمجھ میں آئیگی کہ حضور ﷺ کی امت پر ﷺ کا فخر فرمانا ﷺ ہی کی علوِ شان کی دلیل ہے کہ حق سبحانہ وتعالی نے امت محمدیہ کو یہ فضل وشرف عطا فرمایا کہ ﷺ ان کے باعث ملائکہ پر فخر فرماتا ہے معلوم ہوا کہ حسنین کریمین اور حضور ﷺ کی باقی امت کا حضور ﷺ کیلئے باعث فخر ہونا حضور ﷺ سے افضل ہونے کو مستلزم نہیں بلکہ خود حضور ﷺ کی افضلیت کو مستلزم ہے کیونکہ ان حضرات کا حضور ﷺ کیلئے باعث فخر ہونا حضور ﷺ ہی کے فیض اور نسبت کی وجہ سے ہے اگر امت کی اضافت حضور ﷺ کیطرف نہ ہوتی یا حسنین کریمین کو حضور ﷺ کا نواسہ ہونے کی نسبت حاصل نہ ہوتی اور وہ حضور ﷺ کے فیض سے محروم ہوتے تو ان میں سے کوئی بھی حضور ﷺ کیلئے باعث فخر نہ ہوسکتا تھا۔ جس سے ظاہر ہوا کہ درحقیقت یہ حضور ﷺ ہی کی فضیلت ہے اور حضور ﷺ کی ہر فضیلت ﷺ کی عظمت شان کی دلیل ہے کہ اسی نے اپنے محبوب کو یہ فضیلت عطا فرمائی۔

☆ علاوہ ازیں یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ یہاں "جِدِّالْحَسَنِ وَالْحُسَیْن" کے الفاظ محض بطور لقب اور تعریف استعمال ہوئے ہیں جیسے حضور ﷺ کا قول مبارک "اَنَا ابْنُ عَبْدِالْمُطَّلِبِ" (صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۱۷) طبع اصح المطابع کراچی۔ صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۰۰ طبع اصح المطابع کراچی

☆ "جِدِّالْحَسَنِ وَالْحُسَیْن" کے الفاظ ہوں یا "اَنَا ابْنُ عَبْدِالْمُطَّلِبِ" کے نوری کلمات حضور ﷺ کیلئے حصول فضل وشرف کے معنی کا ان سے دور کا بھی کوئی تعلق نہیں۔

☆ اس کے بعد آگے چل کر "جِدِّالْحَسَنِ وَالْحُسَیْن" کے الفاظ کو پھلواروی صاحب غالیانہ ذہنیت کا غماز قرار دے رہے ہیں جبکہ حسنین کریمین کے تمام فضائل ومناقب کو نظر انداز کر کے ان کے مہاجر وانصار نہ ہونے کا ذکر جس انداز میں پھلواروی صاحب نے کیا ہے وہ خود اہل بیت اطہار کے حق میں ان کی متعصّبانہ ذہنیت کی غمازی کر رہا ہے۔ فیاللعجب

پندرھواں اعتراض اور اسکا جواب

نام مخفی رکھنے کی توجیہ

☆ پھلواروی صاحب فرماتے ہیں میں ابھی تک درود تاج کے اصل مصنف کا نام معلوم کرنے میں کامیاب نہ ہوسکا غالباً نام مخفی رکھنے ہی میں مصلحت ہوگی تاکہ خوش عقیدہ لوگوں میں آسانی سے مقبول ہوکر رائج ہوجائے۔ انتہیٰ

☆ پھلواروی صاحب اپنی ناکامی کی جھنجلاہٹ میں ایسے برسے کہ گویا ان کے کان میں کسی نے کہہ دیا کہ درود تاج کے مؤلف نے خود اپنا نام مخفی رکھا ہے۔ بالفرض ایسا ہو بھی تو ان کے حق میں اس سوءِ ظن کا کیا جواز ہے کہ انہوں نے خوش عقیدہ لوگوں میں اسے رائج اور مقبول بنانے کیلئے اپنا نام مخفی رکھا ہے کیا ان کے حق میں بحیثیت مومن ہونے کے یہ حسن ظن درست نہیں کہ محض ریا اور سُمعہ سے بچنے

WWW.KAZMI.COM

کیلئے اپنا نام چھپایا ہو؟ کیسی عجیب بات ہے کہ کسی مؤلف کا نام معلوم نہ ہو سکے تو یہ سمجھ لیا جائے کہ اپنی تالیف کو عوام میں مقبول بنانے کیلئے مؤلف نے اپنا نام مخفی رکھا ہے درود تاج تو چند سطور پر مشتمل ہے فنون عربیہ میں کئی ایسی کتابیں مروج و مقبول ہیں مثلاً میزان الصرف، شرہ مائتہ عامل، پنج گنج وغیرہ جن کے مؤلفین کے نام آج تک متعین ہو کر عام طور پر سب اہل علم کو معلوم نہ ہو سکے تو کیا بقول پھلواروی صاحب یہی کہا جائے گا کہ ان لوگوں نے خوش عقیدہ عوام میں اپنی تالیفات کو مقبول اور مروج کرنے کیلئے اپنے ناموں کو مخفی رکھا؟ ذرا سوچئے! یہ کیسی مضحکہ خیز بات ہے۔

سولھواں اعتراض اور اسکا جواب

وظائف اولیاء کی زبان کو گھٹیا کہنا

☆ فرماتے ہیں "ایسے ایسے کئی وظائف عوام میں رائج ہو گئے ہیں جن کا نہ سر ہے پیر۔ ان کی عربی زبان بھی نہایت گھٹیا قسم کی ہے بلکہ بعض وظائف تو سراسر مشرکانہ قسم کے ہیں" انتہیٰ

☆ میں عرض کروں گا کہ درود تاج اور اس جیسے وظائف صلحاء امت کو گھٹیا قسم کی زبان کہنا انتہائی گھٹیا ذہنیت کا مظاہرہ ہے جیسا کہ ہمارے جوابات سے واضح ہے بقیہ وضاحت عنقریب آ رہی ہے بیشک جہلا عوام میں بکثرت بے سروپا مشرکانہ وظائف و عملیات رائج ہیں جو سحر، جادو اور ٹونہ کے اقسام سے ہیں صلحاء امت نے نہ انہیں کبھی قبول کیا نہ وہ قبول کرنے کے لائق ہیں لیکن درود تاج اور اس جیسے وظائف اولیاء کرام کو ان سے کیا نسبت؟

☆ وہ تو علماء و صلحاء امت کے مقبول اور پسندیدہ معمولات میں سے ہیں خود پھلواروی صاحب کے بزرگوار اور پیر و مرشد بھی درود تاج کی کمال عظمت اور مقبولیت کے قائل ہیں ان کے اپنے پمفلٹ میں یہ مضمون موجود ہے کہ خسروی صاحب نے ایک خط کے ذریعے ان سے پوچھا مولانا قاری شاہ سلیمان صاحب پھلواروی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "صلوۃ وسلام" میں لکھا ہے کہ حضرت خواجہ سید ابوالحسن شاذلی رضی اللہ عنہ نے درود تاج نبی کریم ﷺ اس درود کیلئے منظوری عطا فرمایئے کہ یہ ایصال ثواب کے وقت ختم میں پڑھا جایا کرے۔ حضور ﷺ نے منظور فرمالیا۔ انتہی کلامہ ص ۱۳

☆ پھلواروی صاحب اس کے جواب میں فرماتے ہیں غلطی بہر حال غلطی ہے خواہ کسی سے اس کا صدور ہو حضرت قبلہ مولانا شاہ سلیمان پھلواروی میرے مرشد بھی ہیں اور پدر بزرگوار بھی مجھے ان سے بے حد عقیدت ہے لیکن ایسی اندھی عقیدت بھی نہیں کہ انہیں معصوم عن الخطاء سمجھنے لگوں۔ انتہیٰ کلامہ، ۱۴

پھلواروی صاحب کا اپنے مرشد کو مشرک بتانا

☆ پھلواروی صاحب نے اس جواب میں اپنے "خلف رشید" مرید صادق اور بے حد عقیدت مند ہونیکا جو مظاہرہ کیا ہے اسکی مثال نہیں بیشک انکے پدر بزرگوار معصوم عن الخطاء نہیں لیکن خطاء کے مدارج ہیں جس خطاء کا صدور ایک مبتدی طالب علم سے بھی متصور نہ ہو

WWW.KAZMIS.COM

پھلواروی صاحب کا اس میں اپنے پدر بزرگوار صاحب فضل وکمال، مرکز عقیدت، مرشد کامل کو عمر بھر مبتلا سمجھنا مقام حیرت نہیں تو کیا ہے؟

☆ یہی نہیں بلکہ عمر بھر انہیں درود تاج کے مشرکانہ ہونیکا بھی علم نہ ہوا۔ گویا وہ شرک وتوحید میں بھی امتیاز نہ کر سکے بلکہ ایک غلط سلط مشرکانہ کلام کا بارگاہ رسالت میں مقبول ومنظور ہونا بھی انہوں نے تسلیم کرلیا حتی کہ اپنی کتاب ''صلوۃ وسلام'' میں بلانکیر اسے درج کر دیا۔

بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است

☆ پھلواروی صاحب نے درود تاج کے علاوہ صالحین امت کے دیگر کئی معمولات کی بھی سخت مذمت کی ہے اور انہیں مشرکانہ قرار دیا ہے اور ان کا مذاق اڑا کر عامۃ المسلمین کی نظروں میں انہیں بے وقعت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔

☆ مگر یاد رہے کہ ان کی عظمت ومقبولیت کو نقصان پہونچانا پھلواروی صاحب کے بس کا روگ نہیں

اگر گیتی سراسر باد گیرد
چراغ قدسیاں ہرگز نہ میرد

سترھواں اعتراض اور اس کا جواب

وظائف اولیاء کو خلاف قرآن وسنت کہنا

☆ پھلواروی صاحب فرماتے ہیں ''ان وظائف کا مقصد یہی معلوم ہوتا ہے کہ اہل توحید کو قرآنی دعاؤں اور ماثورہ ادعیہ سے ہٹا دیا جائے''

☆ میں عرض کروں گا یہ کوئی نئی بات نہیں منکرین حدیث بھی یہی کہا کرتے ہیں کہ احادیث کا ذخیرہ گھڑنے کا مقصد یہی ہے کہ اہل قرآن کو قرآن سے ہٹا دیا جائے۔

اٹھارھویں اعتراض کا جواب

یَا اَیُّھَا الْمُشْتَاقُوْنَ بِنُوْرِ جَمَالِہٖ

☆ پھلواروی صاحب فرماتے ہیں کس مبتدی طالب علم کو یہ نہیں معلوم کہ مشتاق کا صلہ ''اِلیٰ'' ہوتا ہے ''ب'' نہیں ہوتا۔ اتنی بھونڈی بھونڈی غلطیاں کوئی اہل علم نہیں کر سکتا۔

☆ یہ اعتراض پھلواروی صاحب کی لاعلمی پر مبنی ہے۔ انہیں معلوم نہیں کہ یہاں ''اَلْمُشْتَاقُوْنَ'' ''اَلْعَاشِقُوْنَ'' کے معنی کو متضمن ہے اور ''عشق'' کا صلہ ''ب'' آتا ہے ''اِلیٰ'' نہیں آتا۔ قاموس میں ہے عَشِقَ بِہٖ ج ۳ ص ۲۶۵ نیز تاج العروس ج ۷ ص ۱۳ اور اقرب الموارد ج ۲ ص ۷۸۶ میں بھی عشق کا صلہ ''ب'' مذکورہ ہے شاید پھلواروی صاحب اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ جب کوئی لفظ کسی دوسرے لفظ کے معنی کو متضمن ہو تو اس کے صلہ میں وہی حرف آئے گا جو اس دوسرے لفظ کے صلہ میں آتا ہے۔ قرآن وحدیث میں بھی اس کی مثالیں پائی جاتی ہیں۔ اللہ جل جلالہ نے فرمایا ''اُحِلَّ لَکُمْ لَیْلَۃَ الصِّیَامِ الرَّفَثُ اِلیٰ نِسَائِکُمْ'' (پ ۲ البقرہ) کس مبتدی طالب علم کو معلوم نہیں

WWW.KAZMIS.COM

کہ رَفَثَ کا صلہ ''بن'' آتا ہے ''الیٰ'' نہیں آتا۔

☆ لسان العرب میں ہے ''وَقَدْ رَفَثَ بِهَا'' (ج ۲ ص ۱۵۴) چونکہ آیت کریمہ میں لفظ اِفْضَاءٌ کے معنی کو متضمن ہے جس کا صلہ اِلٰی آتا ہے۔ لسان العرب میں ہے اَفْضَیْتُ اِلَی الْمَرْأَةِ (جلد ۲ ص ۱۵۴) اس لئے آیت کریمہ میں لفظ رفث کا صلہ اِلٰی وارد ہوا۔

☆ کیا پھلواروی صاحب قرآن وحدیث کے الفاظ کو بھی معاذ اللہ بھونڈی غلطیاں قرار دیں گے؟ اگر نہیں تو انہوں نے ''مشتاقون'' کے صلہ کو جو بھونڈی غلطی قرار دیا ہے تسلیم کرلیں کہ درود تاج کی بجائے یہ ان کی اپنی بھونڈی غلطی ہے۔

☆ الحمدللہ ہم نے درود تاج سے متعلق ان کے ہر اعتراض کا جواب مکمل و مدلل لکھ دیا اور ساتھ ہی پھلواروی صاحب کے اعتراضات بھی انہی کے الفاظ میں نقل کر دیئے ہیں۔

☆ قارئین کرام سے التماس ہے کہ تعصب سے بالاتر رہ کر عدل وانصاف کی روشنی میں فیصلہ فرمالیں کہ پھلواروی صاحب کے سوالات میں طالب علمانہ استفسار ہے یا دلی تعصب وعناد کا اظہار؟

☆ ہمارے جوابات کی روشنی میں آپ پر واضح ہوگیا ہوگا کہ پھلواروی صاحب نے درود تاج میں جن اغلاط کی نشان دہی کی ہے وہ اغلاط نہیں بلکہ پھلواروی صاحب کی لاعلمی اور متعصّبانہ ذہنیت کا شاہکار ہیں۔

انیسواں اعتراض اور اس کا جواب

غلطی کا انکشاف

☆ پھلواروی صاحب فرماتے ہیں ''یہ کوئی ضروری نہیں کہ آج اگر کوئی بات کسی پر منکشف ہوئی ہو تو لازماً گذشتہ بزرگوں پر بھی منکشف ہو چکی ہو خود میں بھی اب تک درود تاج کو ایک آسمانی اور الہامی قسم کی چیز سمجھتا تھا لیکن جب حقیقت حال منکشف ہو کر سامنے آ گئی تو (من بعد ماجاء نی من العلم) اپنے قدیم خیال پر جمے رہنے کا کوئی جواز نظر نہیں آیا'' انتہی کلامہٗ

☆ پھلواروی صاحب یہ بتانا چاہتے ہیں کہ درود تاج میں غلطیاں موجود ہونے کے باوجود اگر میرے مرشد اور پدر بزرگوار اور مرکز عقیدت شاہ سلیمان صاحب پھلواروی پر وہ منکشف نہیں ہوئیں اور مجھ پر ان کا انکشاف ہوگیا تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟ ''یہ کوئی ضروری نہیں کہ آج اگر کوئی بات کسی پر منکشف ہوئی ہو تو لازماً گذشتہ بزرگوں پر بھی منکشف ہو چکی ہو''

☆ میں عرض کروں گا کہ یہ کیا ضروری ہے کہ آج اگر کسی کلام میں کوئی غلطی نکالے تو لازماً گذشتہ بزرگوں نے بھی اسے غلطی کہا ہو؟ ممکن ہے کہ اس کلام کو غور وفکر سے دیکھنے اور سمجھنے کے باوجود بھی گذشتہ بزرگوں کے نزدیک وہ چیز غلطی نہ ہو جسے آج کوئی شخص غلطی کہہ رہا ہے؟ امور غیبیہ اور حقائق غامضہ خفیہ اور مسائل دقیقہ کے بارے میں تو پھلواروی صاحب کی یہ بات کسی حد تک تسلیم کی جاسکتی ہے کہ ان میں سے کوئی غیبی حقیقت یا بہت باریک و دقیق پوشیدہ بات گذشتہ بزرگوں پر منکشف نہ ہوئی ہو اور بعد میں بذریعہ الہام یا غور وخوض کرنے سے کسی پر اس کا انکشاف ہوجائے لیکن جو بات ابتدائی طالب علم اور معمولی عربی دان بھی جانتا ہو وہ گذشتہ علماء راسخین اور

WWW.KAZMIS.COM

بزرگان دین پر مخفی رہے اور مدتوں بعد کسی پر اس کا انکشاف ہو۔ قابل فہم نہیں۔ پھلواروی صاحب جن کے سامنے درود تاج رہا اور وہ اب تک اسے آسمانی اور الہامی چیز سمجھتے رہے کیا وہ اپنی عمر کے اس طویل زمانے میں ایک معمولی عربی دان اور مبتدی طالب علم کی استعداد بھی نہ رکھتے تھے کہ درود تاج کی بھونڈی بھونڈی غلطیاں بھی انہیں نظر نہیں آئیں اور اب اچانک ان کے پاس نہ معلوم کہاں سے ایسا علم آ گیا کہ درود تاج کی غلطیاں ان پر منکشف ہو گئیں جس کی وجہ سے انہیں اپنے قدیم خیال پر جمے رہنے کا کوئی جواز نظر نہ آیا۔

☆ ناظرین غور فرمائیں کہ پھلواروی صاحب کی یہ بات کہاں تک قابل فہم ہے حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے اس سارے کلام میں محض سخن سازی سے کام لیا ہے جس کا حقیقت سے دور کا بھی تعلق نہیں۔

بیسواں اعتراض اور اس کا جواب

غلط انتساب

☆ پھلواروی صاحب فرماتے ہیں ''غلط انتساب کی ایک نہیں ہزاروں مثالیں موجود ہیں کہ کسی چیز کو مقبول بنانے کیلئے کسی مقبول شخصیت کی طرف منسوب کر دینے کا رواج کوئی نیا نہیں بہت قدیم ہے۔ روحانی اشارات' کشف اور خواب وغیرہ اس مقصد کیلئے گھڑ لئے جاتے ہیں۔ موثر قصے بھی تصنیف کر لئے جاتے ہیں'' (انتہیٰ کلامہٗ)

☆ پھلواروی صاحب کی خدمت میں نہایت ادب سے گذارش ہے کہ صلحا امت کے وظائف اور درود تاج آپ کے نزدیک مشرکانہ اور غلط سلط ہیں سب کا مقصد آپ کے نزدیک یہی ہے کہ اہل توحید کو قرآن اور ادعیہ ماثورہ سے ہٹایا جائے مگر اسی درود تاج کی مقبولیت کے ثبوت میں یہ قصہ آپ کے پدر بزرگوار' مرشد کامل اور مرکز عقیدت نے اپنی کتاب ''صلوۃ وسلام'' میں تحریر فرمایا ہے۔ آپ اس قصے کو جھوٹا اور من گھڑت بتا رہے ہیں۔ لاکھ دفعہ آپ اسے جھوٹا اور من گھڑت کہیں مگر اتنی بات بتا دیجئے کہ مشرکانہ' غلط سلط اور قرآن وحدیث سے ہٹانے والے درود تاج کی مقبولیت کے ثبوت میں اس قصے کو لکھنے والا' مرشد کامل اور مرکز عقیدت ہو سکتا ہے؟ آپ کا صرف یہ کہہ دینا کہ میں انہیں معصوم عن الخطاء نہیں سمجھتا' کافی نہیں۔ آپ کو یہ دیکھنا ہوگا کہ ان کی یہ خطا کس نوعیت کی ہے؟ کیا مشرکانہ کلام کی تائید عقیدہ توحید کے منافی نہیں؟ شرک کو آپ توحید کی نقیض نہیں مانتے؟ شرکیہ کلام کی فضیلت ومقبولیت ثابت کرنا بھی شرک ہے گویا آپ نے اپنے مرکز عقیدت کو خطاء شرک سے محفوظ نہیں سمجھا۔ قرآن سے ہٹانے والے کلام کی مقبولیت وفضیلت کا اثبات قرآن سے بغاوت ہے جس کا مرتکب گویا آپ نے اپنے پدر بزرگوار' مرکز عقیدت اور مرشد کامل کو ٹھہرایا آپ کیلئے اس الزام سے بچنے کی ایک ہی صورت ہے کہ آپ نے جو خطاء اپنے مرکز عقیدت سے منسوب کی ہے۔ آپ اس سے رجوع فرمائیں۔ ورنہ اس خطاء کے وبال سے آپ کا محفوظ رہنا بھی ممکن نہیں کیونکہ اس عظیم خطاوار سے عقیدت رکھنا بھی خطاء عظیم ہے۔

WWW.KAZMIS.COM

اکیسواں اعتراض اور اسکا جواب

قواعدِ صرف ونحو قطعی نہیں

☆ اس کے بعد پھلواروی صاحب فرماتے ہیں ''عربی قواعد صرف ونحو ظنی نہیں یعنی ہیں اگر ان قواعد کو ظنی مانا جائے تو قرآن وحدیث کی زبان ہی ظنی اور مشکوک ہو جاتی ہے'' انتہیٰ کلامہٗ

☆ پھلواروی صاحب کی یہ بات انتہائی مضحکہ خیز ہے جن قواعد کو وہ یقینی کہہ رہے ہیں اہل فن کے شدید اختلافات ان میں پائے جاتے ہیں نحو کی کوئی چھوٹی بڑی کتاب ایسی نہیں جس میں یہ اختلاف مذکور نہ ہوں۔ آئمہِ فن کے اقوال مختلفہ بالخصوص ان مسائل میں بصرین اور کوفین کے اختلافات کثیرہ سے فن کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔ علامہ ابن خلدون نے بھی وضاحت کیساتھ ان کا ذکر کیا ہے فن نحو پر کلام کرتے ہوئے علامہ ابن خلدون نے اس فن کے علماء بالخصوص بصرین' کوفین کے نحوی اختلافات کا ذکر کیا ہے وہ فرماتے ہیں

ثُمَّ طَالَ الْكَلَامُ فِيْ هٰذِهِ الصِّنَاعَةِ وَحَدَثَ الْخِلَافُ بَيْنَ اَهْلِهَا فِي الْكُوْفَةِ وَالْبَصْرَةِ الْمِصْرَيْنِ الْقَدِيْمَيْنِ لِلْعَرَبِ

ترجمہ☆ پھر اس فن میں ان کا کلام بہت طویل ہو گیا' کوفہ اور بصرہ کے ان علماء کے درمیان مسائل فن میں اختلافات پیدا ہوئے یہ دونوں شہر عرب کے قدیم شہروں میں سے ہیں۔ (مقدمہ ابن خلدون نص ۵۴۷ طبع بیروت باب ۶ فصل ۳۷)

☆ کون نہیں جانتا کہ یقینی امور اختلاف کے شائبہ سے پاک ہوتے ہیں۔ دو اور دو کا چار ہونا یقینی ہے کسی کو اس میں اختلاف نہیں ہوسکتا۔ پھلواروی صاحب اگر ان اختلافات سے باخبر ہوتے تو قواعد صرف ونحو کو یقینی کہنے کی کبھی جسارت نہ فرماتے۔

☆ رہا ان کا یہ کہنا کہ ''اگر ان قواعد کو ظنی مانا جائے تو قرآن وحدیث کی زبان ہی ظنی اور مشکوک ہو جاتی ہے'' پھلواروی صاحب کی لا علمی پر مبنی ہے قرآن کی زبان عین قرآن ہے جس کا محافظ خود اللہ جل جلالہ ہے ارشاد ہوا

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ

ترجمہ☆ ہم ہی نے قرآن نازل کیا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔ (الحجر ۹ ع ۱)

☆ قرآن کا ایک ایک حرف اور ایک ایک حرکت وسکون قطعی اور یقینی ہے۔ ساتواں متواتر قراتیں یقینی اور قطعی ہیں محض تعدد کی وجہ سے انہیں مختلفہ کہا جاتا ہے جیسے قرآن کی آیتوں اور سورتوں کو آیات مختلفہ وسُوَرِ مختلفہ کہہ دیا جاتا ہے۔ ان کے صحیح اور یقینی ہونے میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں جس کی دلیل ان کا تواتر ہے۔ اہل علم سے مخفی نہیں کہ تواتر مفید یقین ہوتا ہے۔

☆ ثابت ہوا کہ قرآن کی زبان کا یقینی ہونا تواتر سے ثابت ہے۔ اس کے یقینی ہونے کو صرف ونحو کے ایسے قواعد پر مبنی کہنا جو اختلاف کثیر کی وجہ سے خود ظنی ہیں قرآن اور اس کی زبان کو ظنی قرار دینے کے مترادف ہے' پھلواروی صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ قرآن وحدیث قواعد کے تابع نہیں بلکہ صرف ونحو کے قواعد قرآن وحدیث کے تابع ہیں متبوع اصل ہوتا ہے اور تابع اس کی فرع' فرع کا وجود ہمیشہ اصل

www.KAZMIS.COM

کے بعد ہوتا ہے۔ قرآن کریم وحدیث کی زبان پہلے سے موجود تھی صرف ونحو کے قواعد نزول قرآن کریم کے مدتوں بعد وضع کئے گئے۔

☆ علامہ ابن خلدون کہتے ہیں کہ جب اسلام آ گیا اور مسلمانان عرب فتوحات کیلئے عجم کی طرف بڑھے اور انکے اختلاط کے باعث یہ خطرہ انہیں لاحق ہوا کہ عرب کا فطری لسانی ملکہ عجم سے متاثر ہوکر ختم ہوجائے گا بلکہ قرآن کریم کے سمجھنے میں بھی سخت دشواری پیش آئے گی اس وقت اہل علم نے کلام عرب کوسامنے رکھ کرنحو کے ابتدائی قواعد وضع کئے مثلاً ہر فاعل مرفوع ہوتا ہے اور مفعول منصوب علم نحو میں سب سے پہلے حضرت علی المرتضی کرم اللہ وجہہ کے مشورہ سے ان کی خلافت کے اواخر میں ابوالاسود الدئلی نے قلم اٹھایا (ملخصاً) (مقدمہ ابن خلدون عربیص ۵۴۶ طبع بیروت باب ۶ فصل ۳۷) خلاصہ یہ کہ اس علم نحو کے ابتدائی قواعد کی تدوین کا آغاز رسول اللہ ﷺ کی وفات کے تقریباً تیس پینتیس سال بعد عمل میں آیا جس پر پھلواروی صاحب قرآن کریم وحدیث کی زبان کے یقینی ہونے کا انحصار فرمارہے ہیں۔

☆ قارئین غور فرمائیں کہ پھلواروی صاحب کی یہ بات کس قدر غلط، بے بنیاد اور مضحکہ خیز ہے۔

بائیسواں اعتراض اور اسکا جواب

درود تاج ہر طرح کی غلطی سے مبرا ہے

☆ پھلواروی صاحب فرماتے ہیں ”درود تاج اگر الہامی بھی ثابت کردیا جائے تو اس کی لسانی غلطی، غلطی ہی رہے گی اور لغوی غلطی کی طرح اعتقادی غلطی بھی غلطی کہی جائے گی۔ محض عوامی مقبولیت کسی چیز کی صحت کی ضمانت نہیں“ (انتہیٰ)

☆ اللہ جل جلالہ کے فضل وکرم سے مضبوط دلائل کی روشنی میں ہم نے واضح کردیا کہ درود تاج میں کوئی لسانی غلطی نہیں۔ رہی اعتقادی غلطی تو درود تاج اس سے بھی پاک ہے۔ دراصل پھلواروی صاحب کے دل میں ”دَافِعِ الْبَلَاءِ وَالْوَبَاءِ وَالْقَحْطِ وَالْمَرَضِ وَالْاَلَمِ“ کے الفاظ کانٹے کی طرح چبھ رہے ہیں۔ جنہیں اب تک وہ الہامی سمجھتے رہے، مگر بقول ان کے ”من بعد ما جاءَ نی من العلم“ اچانک وہ انہیں مشرکانہ سمجھنے لگے مگر یہ بھی علم کی بجائے ان کی لاعلمی کا نتیجہ ہے۔

☆ کوئی مسلمان حضور ﷺ کو دافع حقیقی نہیں سمجھتا۔ دافع حقیقی صرف اللہ جل جلالہ ہے۔ رسول کریم ﷺ محض وسیلہ اور واسطہ ہونے کی حیثیت سے دافع مجازی ہیں بایں طور کہ حضور ﷺ دفع عذاب کا سبب ہیں جیسا کہ اللہ جل جلالہ نے فرمایا

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ

ترجمہ☆ یعنی آپ کے ہوتے ہوئے اللہ جل جلالہ لوگوں کو عذاب نہیں دے گا۔ (الانفال)

☆ اس آیت سے ثابت ہوا کہ حضور ﷺ دفع عذاب کا وسیلہ ہیں نیز فرمایا

وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ

ترجمہ☆ اللہ جل جلالہ لوگوں کے استغفار کی وجہ سے بھی انہیں عذاب نہیں دے گا۔ (الانفال)

☆ استغفار بھی حضور ﷺ ہی سے ملا۔ اس لئے جب تک مومنین کا استغفار ہے حضور ﷺ کا وسیلہ برقرار ہے۔ مدینہ دارالہجرۃ بننے

www.KAZMIS.COM

سے پہلے۔یَثْرِبُ کہلاتا تھا۔یثرب کا ماخذ ثَرْبُ ہے یا ثَرِیْبُ۔ثرب کے معنی ہیں فساد۔وہاں کی ہر چیز فاسد تھی جو وہاں آتا زہریلے بخار اور شدید امراض میں مبتلا ہو جاتا تھا اگر اتفاقاً کوئی وہاں پہنچ جاتا تو لوگ اسے ملامت کرتے کہ تو یہاں بیماریوں اور زہریلے بخاروں میں مبتلا ہونے آیا ہے۔صحابہ کرام ؓ جب وہاں ہجرت کر کے پہنچے انہیں شدید ترین بخار لاحق ہوا وہ بیماری کی حالت میں مکے کو یاد کر کے روتے تھے۔جب حضور ﷺ وہاں تشریف لائے اور حضور ﷺ نے صحابہ کرام ؓ کا یہ حال دیکھا تو حضور ﷺ نے دعا فرمائی اور حضور ﷺ کے مبارک قدموں کی برکت سے مدینہ کی بیماریاں دور ہوئیں۔حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا

غُبَارُ الْمَدِیْنَةِ شِفَاءٌ مِّنَ الْجُذَامِ

ترجمہ☆ مدینے کا غبار جذام سے شفاء ہے۔(الوفاء لابن الجوزی ج ا ص ۲۵۳ وفاء الوفا ج ا ص ۶۷)

☆ حضور ﷺ کے طفیل مدینے کی مٹی جذام کیلئے شفاء ہو گئی۔

☆ رسول اللہ ﷺ کے طفیل بلاء وباء قحط مرض اور اَلَم کے دفع ہونے کی صداقت پر مندرجہ ذیل احادیث شاہد عدل ہیں۔

☆ جب حضور ﷺ مدینے تشریف لائے حضرت ابوبکر ؓ اور حضرت بلال ؓ دونوں کو سخت بخار ہو گیا۔ام المومنین صدیقہ ؓ فرماتی ہیں میں حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی میں نے حضور ﷺ کو بتایا حضور ﷺ نے دعا فرمائی

اَللّٰھُمَّ حَبِّبْ اِلَیْنَا الْمَدِیْنَةَ کَحُبِّنَا مَکَّةَ اَوْاَشَدَّ حُبًّا وَصَحِّحْھَا وَ بَارِکْ لَنَ فِیْ صَاعِھَا وَمُدِّھَا وَانْقُلْ حُمَّا ھَا نَا جْعَلْھَا بِالْجُحْفَةِ

ترجمہ☆ یا اللہ مکے کی طرح مدینے کو ہمارا محبوب بنا دے بلکہ مکے سے زیادہ اور مدینے کی آب وہوا ہمارے لئے درست فرما دے اور اس کی صاع اور مُد یعنی غلہ اور پھلوں میں ہمارے لئے برکت فرما اور مدینے کی بیماریاں (یہود کی بستی) جُحفہ کی طرف منتقل کر دے۔(بخاری ج ا ص ۵۵۹)

☆ حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا میں نے ایک سیاہ فام پراگندہ سر عورت کو خواب میں دیکھا جو مدینے سے نکل کر جُحفہ میں پہنچ گئی

فَاَوَّلْتُ اَنَّ وَبَاءَ الْمَدِیْنَةِ نُقِلَ اِلَیْھَا

ترجمہ☆ میں نے اس کی یہ تعبیر کی کہ مدینے کی وباء جُحفہ کی طرف چلی گئی۔(بخاری ج ۲ ص ۱۰۴۲)

☆ یزید بن ابی عبید ؓ فرماتے ہیں میں نے سلمہ بن اکوع ؓ کی پنڈلی میں تلوار کی ضرب کا نشان دیکھا اس نشان کے متعلق میں نے ان سے پوچھا انہوں نے کہا کہ یہ تلوار کی اس ضرب کا نشان ہے جو مجھے خیبر میں لگی تھی یہ ایسی ضرب تھی کہ لوگ کہنے لگے بس سلمہ اب شہید ہوئے۔میں حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو حضور ﷺ نے اس میں تین مرتبہ پھونکا اس وقت سے اب تک مجھے کوئی تکلیف محسوس نہیں ہوئی۔(بخاری ج ۲ ص ۶۰۵ مشکوۃ ص ۵۳۳)

☆ حضرت عبداللہ بن عتیک ؓ ابو رافع یہودی کو قتل کر کے زینے سے نیچے اتر رہے تھے کہ اچانک گر اور انکی پنڈلی ٹوٹ گئی وہ فرماتے ہیں۔میں نے اسے اپنے عمامہ سے باندھ دیا۔سرکار ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا فرمایا فَمَسَحَھَا فَکَاَنَّمَا لَمْ اَشْتَکِھَا قَطُّ اپنا

پاؤں پھیلاؤ۔ میں نے اپنا پاؤں پھیلا دیا۔ حضور ﷺ نے میری پنڈلی پر مبارک ہاتھ پھیر دیا تو مجھے ایسا محسوس ہوا کہ کوئی تکلیف کبھی پہنچی ہی نہ تھی۔ (بخاری ج ۲ ص ۵۷۷)

☆ مسلم شریف میں ایک طویل حدیث وارد ہے جس کے آخری حصے کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عطاء ﷺ حضرت اسماء ﷺ کے پاس حاضر ہوئے۔ انہوں نے حضور ﷺ کا جُبہ مبارک نکالا اور فرمایا کَانَ النَبِیُّ ﷺ یَلْبَسُھَا فَنَحْنُ نَغْسِلُھَا لِلْمَرْضٰی لِیَسْتَشْفِیَ بِھَا حضور ﷺ اسے پہنتے تھے اور ہم اس جبے کو پانی سے دھو لیتے ہیں تا کہ اس کے ذریعے اپنے بیماروں کیلئے شفا حاصل کریں۔ (مسلم شریف ج ۲ ص ۱۹۰)

☆ صحیحین و دیگر کتب احادیث میں باسانید کثیرہ یہ مضمون وارد ہے کہ عہد رسالت میں مدینے میں قحط پڑا۔ خطبہ جمعہ کے موقع پر حضور ﷺ سے باران رحمت کی دعا کیلئے عرض کیا گیا۔ حضور ﷺ نے دعا فرمائی اور فوراً ہی باران رحمت شروع ہوگئی اور اس کثرت سے بارش ہوئی کہ اگلے جمعہ کے موقع پر حضور ﷺ سے عرض کیا گیا کہ اب تو بارش کی وجہ سے لوگوں کے مکان گرنے لگے ہیں آپ ﷺ دعا فرمائیں کہ بارش رک جائے حضور ﷺ مسکرائے اور آسمان کی طرف اپنے دونوں مبارک ہاتھ اٹھا کر چاروں طرف اشارہ فرمایا اور دعا فرمائی "اَللّٰھُمَّ حَوَالَیْنَا وَلَا عَلَیْنَا" حضور ﷺ کے اشارے کے ساتھ بادل پھٹتا گیا اور صاف آسمان گول دائرے کی طرح نظر آنے لگا۔ مدینہ میں بارش رک گئی۔ آس پاس جاری رہی (بخاری ج ۱ ص ۱۴۰، ۱۴۱، ۵۰۶) قحط دفع ہوا اور خشک سالی خوشحالی میں بدل گئی۔

☆ سلیمان بن عمرو بن احوص ازدی اپنی والدہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو رمی جمار کرتے دیکھا رمی جمار فرما کر حضور ﷺ آگے بڑھے ایک عورت حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی عرض کی حضور ﷺ میرا بیٹا فاتر العقل ہے حضور ﷺ اس کیلئے دعا فرمائیں حضور ﷺ نے اس سے فرمایا پانی لے آؤ وہ ایک پتھر کے برتن میں حضور ﷺ کے پاس پانی لے آئی حضور ﷺ نے اسمیں لعاب دہن ڈالا اور اپنا چہرہ انور اسمیں دھویا پھر اسمیں دعا فرمائی پھر فرمایا یہ پانی لے جا "فَاغْسِلِیْہِ بِمَاءٍ وَاسْتَشْفِی اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ" اس پانی سے اسے غسل دے اور اللہ ﷻ سے شفاء طلب کر اس حدیث کی روایت کرنے والی صحابیہ سلیمان بن عمرو بن احوص ﷺ کی والدہ نے اس عورت سے کہا میرے اس بیمار بچے کیلئے اس میں سے تھوڑا سا پانی مجھے بھی دے دے وہ فرماتی ہیں میں نے اپنی انگلیوں سے تھوڑا سا پانی لے کر اپنے بیمار بیٹے کے بدن پر مل دیا چنانچہ وہ اعلیٰ درجہ کا تندرست ہوگیا فرماتی ہیں اس کے بعد میں نے اس عورت سے پوچھا کہ اس کے بیٹے کا کیا حال ہے؟ اس نے کہا وہ بہترین صحت کے ساتھ صحت یاب ہوگیا۔ (مسند احمد ج ۶ ص ۳۷۹ طبع بیروت)

☆ قارئین کرام نے آیت قرآنیہ اور احادیث مبارکہ کی روشنی میں ملاحظہ فرمالیا کہ اللہ ﷻ نے اپنے حبیب ﷺ کو بلاء و وباء قحط و مرض اور اَلَم کے دفع ہونے کا سبب بنایا۔ دافع حقیقی محض اللہ ﷻ ہے۔ رسول اللہ ﷺ کمال عبدیت کے باعث عون الٰہی کا مظہر اتم و اکمل ہیں۔ اسی اعتبار سے درود تاج میں حضور ﷺ کو "دَافِعِ الْبَلَاءِ وَالْوَبَاءِ وَالْقَحْطِ وَالْمَرَضِ وَالْاَلَمِ" کہا گیا جس میں شرک کا کوئی شائبہ نہیں پایا جاتا۔ بلکہ یہ کمال عبدیت کا وہ بلند مقام ہے جس کی تفصیل کتاب و سنت کے مطابق نادِعلی کی بحث میں آرہی ہے۔

WWW.KAZMIS.COM

عوامی مقبولیت

☆ پھلواروی صاحب کا یہ کہنا کہ ''محض عوامی مقبولیت کسی چیز کی صحت کی ضمانت نہیں'' اس مقام پر قطعاً نامناسب ہے حقیقت یہ ہے کہ درود تاج محض عوام میں مقبول نہیں بلکہ خواص میں بھی مقبول ہے جسکی دلیل یہ ہے کہ پھلواروی صاحب کے مرکز عقیدت نے اسکی مقبولیت ثابت کرنے کیلئے اپنی کتاب ''صلوۃ وسلام'' میں وہ واقعہ لکھا جسے پھلواروی صاحب من گھڑت اور ظنی کہہ رہے ہیں مگر وہ انکے لکھنے کا انکار نہ کر سکے جس سے صاف ظاہر ہے کہ پھلواروی صاحب کے والد بزرگوار جو طبقہ خواص سے ہیں۔ درود تاج ان کے نزدیک مقبول ہے اور وہ اس کی مقبولیت کے قائل ہیں۔ اس کے باوجود پھلواروی صاحب کا یہ کہنا کہ ''محض عوامی مقبولیت کسی چیز کی صحت کی ضمانت نہیں'' گویا اپنے پیرومرشد اور مرکز عقیدت کو خواص سے خارج کر کے عوام میں شامل کر دینا ہے جو کسی ''خلف رشید'' مرید صادق اور بے حد عقیدت رکھنے والے کے شایان شان نہیں ہوسکتا۔ بلکہ یہ اپنے مرشد کی عظمت کو بری طرح مجروح کرنے کے مترادف ہے۔

تیئسواں اعتراض اور اسکا جواب

''یَا اللّٰہ'' کی ترکیب صحیح ہے

☆ پھلواروی صاحب نے درود تاج کے علاوہ صلحاء امت اور بزرگان دین کے دیگر معمولات اور وظائف پھر بھی ایسے ہی لایعنی اور لچر اعتراض کئے ہیں چنانچہ وہ فرماتے ہیں ''یا'' عربی لفظ ہے اور اللہ بھی عربی لفظ ہے لیکن ''یا اللہ'' کوئی عربی لفظ نہیں۔ یہ نہ قرآن کریم میں نہ حدیث میں اور نہ عربی لٹریچر میں۔ جب اے اللہ کہنا مقصود ہو تو اللہ پر نداء کا ''یا'' نہیں لاتے بلکہ ایسے موقع پر اَللّٰھُمَّ کہتے ہیں پس جب وظیفے میں آپ ''یا اللہ'' لکھا ہوا دیکھیں بس سمجھ لیں کہ یہ کسی ایسے عجمی عربی دان کا لکھا ہوا ہے جو عربی زبان کی باریکیوں اور نزاکتوں کا زیادہ فہم نہیں رکھتا۔ اب اس پر خواب' کشف اور برکات وتاثیرات کے کتنے ہی حاشیے چڑھائے جائیں غلطی' غلطی ہی رہے گی۔ درستی نہیں ہو جائے گی۔ انتہیٰ

فیوض اولیاء سے تنفیر کی سازش

☆ اس کے بعد پھلواروی صاحب نے کشف وکرامات اور روحانی فیوض وبرکات کا مذاق اڑانے کیلئے واقعہ کے نام سے ایک مضحکہ خیز قصہ لکھ دیا۔ انداز تحریر سے صاف ظاہر ہے کہ اس کی اصلیت قلبی عناد ظاہر کرنے کے سوا کچھ نہیں۔ آگرے میں سیدنا ابوالعلی رضی اللہ عنہ کا مزار مبارک مرجع خواص وعوام اور ایسی مشہور ومعروف زیارت گاہ ہے کہ جس کے متعلق عقل سلیم تسلیم ہی نہیں کرتی کہ ان کے مزار پر حاضری کے قصد سے جانے والا ملا شوستری کی قبر پر جا کھڑا ہو۔ یہ سارا قصہ محض اس لئے تصنیف کیا گیا ہے کہ پڑھنے والے' بزرگان دین کی مزارات پر حاضری اور فیوض وبرکات کے حصول کو محض ایک اضحوکہ سمجھ کر اس سے متنفر ہو جائیں۔ بقول پھلواروی صاحب اگر ان امور کی حمایت اور موافقت میں کشف والہام اور خواب گھڑے جاسکتے ہیں تو میں عرض کروں گا کہ کیا ان امور کی مخالفت میں اس نوعیت کے قصوں سے حاشیہ آرائی نہیں کی جاسکتی؟

www.KAZMIS.COM

☆ پھلواروی صاحب فرماتے ہیں کہ لفظ ''یا'' اور لفظ ''اللہ'' دونوں عربی ہیں مگر یا اللہ کوئی عربی لفظ نہیں۔ کس قدر مضحکہ خیز بات ہے اگر قرآن وحدیث میں ''یَااَللّٰہُ'' کا لفظ وارد نہیں ہوا۔ تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ عربی زبان ہی سے خارج ہو جائے۔ ہم پہلے بھی بتا چکے ہیں کہ کسی لفظ کا قرآن وحدیث میں وارد نہ ہونا اس کے غلط یا غیر عربی ہونے کو مستلزم نہیں اور یہ بات بالکل بدیہی ہے۔ پھلواروی صاحب ''یَا اَللّٰہ'' کو غلط قرار دے رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ عربی لٹریچر میں بھی کہیں اس کا وجود نہیں۔ ان شاء اللہ ہم عنقریب ثابت کریں گے کہ ''یَااَللّٰہُ'' کی ترکیب خالص عربی ہے اور یہ خالص عربی زبان کا کلمہ ہے۔ عرب کے لوگ ''یَااَللّٰہُ'' کہتے تھے دیکھئے تفسیر بیضاوی میں ہے ''وَاللّٰھُمَّ اَصْلُہٗ فَحُذِفَتِ الْھَمْزَۃُ وَعُوِّضَ عَنْھَا الْاَلِفُ وَاللَّامُ وَلِذٰلِکَ قِیْلَ یَااَللّٰہُ بِالْقَطْعِ'' یعنی لفظ ''یَا اَللّٰہ'' کی اصل ''اِلٰہ'' ہے۔ ''اِلٰہ'' کا ہمزہ حذف کر کے الف لام اسکے عوض میں لایا گیا۔ اسی لئے ''یَا اَللّٰہ'' بالقطع کہا گیا (تفسیر بیضاوی علے ھامش شیخ زادہ ج ۱ ص ۲۱ا ۲۲ طبع ترکی) یعنی اس ہمزہ کو ہمزہ وصلی کی طرح ساقط نہیں گیا بلکہ ہمزہ قطعی قرار دے کر اس کے تلفظ کو برقرار رکھا گیا۔

☆ بیضاوی کے بعد کافیہ کی عبارت بھی ملاحظہ فرمالیجئے۔ علامہ ابن حاجب فرماتے ہیں قَالُوْا یَا اَللّٰہُ خَاصَّۃً (کافیہ بحث توابع المنادی) ملا جامی نے اسکی شرح میں فرمایا ہے لفظ ''اَللّٰہ'' اصل میں ''الٰہ'' تھا الٰہ کا ہمزہ حذف کر کے الف لام اسکے عوض میں لایا گیا جو اس کیلئے لازم ہے اور ''یَا اَللّٰہ'' کہا گیا لفظ ''اَللّٰہ'' کے سوا کوئی ایسا کلمہ نہیں جس کے الف لام میں عوض اور لزوم دونوں باتیں پائی جائیں۔ کسی جگہ عوض ہے تو لزوم نہیں جیسے اَلنَّاس اور کہیں لزوم ہے تو عوض نہیں جیسے اَلنَّجْمُ یہ خاصہ لفظ ''اَللّٰہ'' کا ہے کہ اسکا الف لام عوض میں بھی ہے اور وہ اس کیلئے لازم بھی ہے اسلئے خصوصیت کیساتھ بالقطع ''یَااَللّٰہُ'' کہا جاتا ہے۔ (شرح جامی ص ۱۱۰۔۱۱۱ طبع پشاور)

☆ پھلواروی صاحب عربی زبان میں ''یَا اَللّٰہ'' کا لفظ پائے جانے کے منکر ہیں۔ حالانکہ اہل عرب جب اَللّٰھُمَّ کی میم کو ساقط کر دیتے تھے تو کہتے تھے ''یَا اَللّٰہ اِغْفِرْلِی'' (لسان العرب ج ۱۳ ص ۴۷۰ طبع بیروت) بلکہ یَلُلّٰہُ بھی بعض اہل عرب سے ثابت ہے (جو شاذ ہے) لسان العرب میں ہے قَالَ الْکِسَائِیُّ اَلْعَرَبُ تَقُوْلُ یَا اَللّٰہُ اغْفِرْلِی وَیَلُلّٰہُ اغْفِرْلِیْ (لسان العرب ج ۱۳ ص ۴۷۰ طبع بیروت)۔ آخر میں امام نحاۃ ابو بشر عمرو بن عثمان سیبویہ کا ارشاد بھی سن لیجئے وہ فرماتے ہیں

وَاعْلَمْ اَنَّہٗ لَا یَجُوْزُلَکَ اَنْتُنَادِیَ اسْمًا فِیْہِ اَلِفٌ وَاللَّامُ اَلْبَتَّۃَ اِلَّا اَنَّھُمْ قَدْقَالُوْا یَااَللّٰہُ اغْفِرْلَنَا وَذٰلِکَ مِنْ قِبَلِ اَنَّہٗ اسْمٌ یَلْزَمُہُ الْاَلِفُ وَاللَّامُ لَاتُفَارِقَانِہٖ وَکَثُرَفِیْ کَلَامِھِمْ

ترجمہ☆ جان لو کہ جس اسم پر الف لام ہو (بلا فصل) اسے ندا کرنا قطعاً جائز نہیں بجز اس کے کہ اہل عرب نے ''یَا اَللّٰہُ اغْفِرْلَنَا'' کہا ہے (اے اللہ ہمیں بخش دے) یہ صرف اس لئے کہ لفظ ''اَللّٰہُ'' ایسا اسم ہے جس کیلئے الف لام لازم ہے کبھی اس سے جدا نہیں ہوتا اور یہ استعمال ان کے کلام میں بہت کثیر ہے (کتاب سیبویہ ج ۲ ص ۱۹۵ طبع بیروت)

☆ ان تمام عبارات سے ثابت ہوا کہ ''یَا اَللّٰہ'' عربی لفظ ہے اور یہ صحیح ہے اسے غلط کہنا قطعاً غلط ہے۔ اہل عرب اَللّٰھُمَّ کے علاوہ ''یَا

اَللّٰہ'' بھی کہتے تھے ان کا مقولہ ''یَا اَللّٰہُ اغْفِرْلَنَا'' اس کا شاہد ہے اور استعمال ان کے کلام میں کثیر ہے۔

☆ پھلواروی صاحب کی علمی بے مائیگی پر افسوس ہوتا ہے ''کتاب سیبویہ'' تو درکنار وہ فنون کی متداول کتابوں سے بھی واقف نہیں۔ ایسا نہ لسان العرب کا دیکھنا انہیں نصیب ہوا۔ فواحسرتاہ۔

چوبیسواں اعتراض اور اسکا جواب

معرف باللام پر دخول حرف نداء

☆ پھلواروی صاحب کہتے ہیں ''اگر لفظ معرف باللام ہو تو یَاۤ اَیُّھَا آئے گا'' جیسے ''یَاۤ اَیُّھَا النَّبِیُّ'' (اس کے بعد فرماتے ہیں) ''صرف اللہ ایک ایسا لفظ ہے جس پر نہ ''یَاۤ'' آتا ہے نہ ''اَیُّھَا'' آتا ہے۔ اللہ جب منادی ہو تو اس کے آخر میں م آجاتا ہے یعنی اَللّٰھُمَّ ہو جاتا ہے'' (ص ۱۸)

☆ پھلواروی صاحب نے اس عبارت میں اپنی علمی بے مائیگی اور ناسمجھی کا مظاہرہ کیا ہے حقیقت یہ ہے کہ جس اسم پر الف لام ہو جیسے اَلرَّجُلُ، اَلنَّبِیُّ وغیرہ اس کو نداء کرنے کیلئے اَیُّھَا کا فاصلہ لانا پڑے گا۔ جیسے یَاۤ اَیُّھَا الرَّجُلُ۔ یَاۤ اَیُّھَا النَّبِیُّ (شرح جامی وغیرہ کتب نحو) بجز لفظ اللہ کے کہ اس کی نداء میں اَیُّھَا کے بغیر اَللّٰھُ کہا جائے گا۔ یا اس کے آخر میں میم مشددہ مفتوحہ شامل کر کے اَللّٰھُمَّ کہہ کر نداء کی جائے گی۔ یہ دونوں جائز ہیں۔ اہل عرب کے کلام میں مستعمل ہیں جس کا تفصیلی بیان دلائل کے ساتھ ہم ابھی ہدیہ قارئین کر چکے ہیں۔

نَادِعَلِیًّا

ایک بے بنیاد قصے کی تردید

☆ پھلواروی صاحب نے اس عنوان کے تحت صالحین امت بالخصوص سیدنا علی المرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم کے خلاف دلی نفرت اور بغض وعناد کا اظہار جس انداز سے کیا ہے۔ محتاج بیان نہیں۔ اس کے پس منظر میں جو بے بنیاد قصہ روافض سے انہوں نے نقل کیا ہے ہم پر حجت نہیں کسی نے اس بے بنیاد واقعہ کو غزوہ خیبر سے متعلق کیا اور کسی نے غزوہ تبوک سے ہمارے نزدیک سرے سے یہ قصہ ہی من گھڑت ہے۔ لہذا اس کی بنیاد پر پھلواروی صاحب کا طعن وتشنیع بے محل، لایعنی اور لغو ہے ہم اس وظیفہ کے متعلق اتنا جانتے ہیں کہ یہ بعض صالحین کے اوراد میں شامل ہے اور بس۔

ناد علی شعر نہیں

☆ ہمارے خیال میں یہ وظیفہ نظم نہیں بلکہ نثر ہے اسے شعر کہنا درست نہیں شعر اس کلام موزون، مقفی کو کہتے ہیں جو بقصد شعر کہا جائے۔ اگر کوئی کلام یا اس کا کوئی حصہ بلا قصد اتفاقاً موزوں ہو جائے تو اسے شعر نہیں کہا جاتا۔ آیۃ قرآنیہ کا ایک حصہ ثُمَّ اَنْتُمْ ھٰٓؤُلَاۤءِ تَقْتُلُوْنَ (البقرہ ۸۵) موزوں ہے مگر وہ کلام الٰہی ہے۔ قصدِ وزن اور شعریت سے اسکا کوئی تعلق نہیں۔

WWW.KAZMIS.COM

پچیسواں اعتراض اور اسکا جواب

☆ پھلواروی صاحب نے اس وظیفہ کو شعر سمجھا اور اس بنیاد پر وزن اور قافیہ کا اعتراض اس پر جڑ دیا جو بِنَاءُ الْفَاسِدِ عَلَ الْفَاسِدِ کا مصداق ہے جب وہ مانتے ہیں کہ اس میں نہ قافیہ کی رعایت ہے نہ وزن کی پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ کس بنیاد پر وہ اسے شعر سمجھ رہے ہیں؟

چھبیسواں' ستائیسواں اور اٹھائیسواں اعتراض اور انکے جواب

چند بے محل اعتراضات کا اجمالی جواب

☆ حضور ﷺ کا اپنے آپ کو مخاطب کرنا اور فتح خیبر کیلئے حضور ﷺ کی نبوت کا کافی نہ ہونا اور حضور ﷺ کا مدد کیلئے حضرت علی المرتضی کرم اللہ وجہہ کو پکارنا پھلواروی صاحب کے ایسے اعتراضات ہیں جنکی بنیاد وہی من گھڑت قصہ ہے جسکی ہم ابھی تکذیب کر چکے ہیں۔

انتیسواں اعتراض اور اسکا جواب

نام اقدس لے کر خطاب کرنا

☆ پھلواروی صاحب فرماتے ہیں "پھر دیکھئے کہ کس بدتمیزی سے حضور ﷺ کو نام لے کر مخاطب کیا جارہا ہے۔ سارے قرآن کریم میں کہیں حضور ﷺ کو نام لے کر مخاطب نہیں کیا گیا ہے کسی صحیح حدیث قدسی میں نام لے کر مخاطب نہیں کیا گیا ہے"

☆ یَا مُحَمَّدُ کے الفاظ کو بدتمیزی کہنا بجائے خود بدتمیزی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے بہ نفس نفیس "یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ قَدْتَوَجَّھْتُ بِكَ اِلٰی رَبِّیْ" کے الفاظ ایک صحابی ﷺ کو تلقین فرمائے۔ اس حدیث کو امام ابن ماجہ قزوینی نے اپنی سنن میں روایت کیا اور کہا قَالَ اَبُوْ اِسْحٰقَ ھٰذَا حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ یعنی ابو اسحٰق نے فرمایا یہ حدیث صحیح ہے۔

☆ (ابن ماجہ ص ۱۰۰ طبع اصح المطابع کراچی ص ۴۴۱، ۴۴۲ طبع بیروت ج ۱) یہاں یہ ملحوظ رہے کہ آیت کریمہ تَجْعَلُوْا دُعَاءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَكُمْ الآیتہ میں رسول اللہ ﷺ کو جس نداء اور خطاب کرنیکی ممانعت آئی ہے درحقیقت وہ ایسی نداء اور خطاب ہے جس کا عادۃ لوگوں میں رواج ہے جیسے عام طور پر کسی کو یَا زَیْدُ، یَا عَمْرُو کہہ کر پکار لیا جاتا ہے اللہ جل جلالہ نے فرمادیا کہ اسطرح میرے رسول کو نہ پکارو۔

☆ مگر اوراد و وظائف میں یَا مُحَمَّدُ کے ساتھ حضور ﷺ کو جو نداء کی جاتی ہے۔ وہ ہرگز اس نوعیت کی ندائے مروج و معتاد نہیں بلکہ یہاں تو تنہائی میں محض سرگوشی کے طور پر یَا مُحَمَّدُ کہہ کر حضور ﷺ کی روحانیت مقدسہ کو نداء کیساتھ اپنی طرف اسلئے متوجہ کرنا مقصود ہوتا ہے کہ یَا مُحَمَّدُ کہنے والا حضور ﷺ کو اپنے لئے تَوَجُّہُ اِلَی اللہ کا وسیلہ بنائے۔

☆ لہذا اس نداء کو نداءِ مروج اور خطابِ معتاد پر قیاس کرنا ہرگز صحیح نہیں تاہم اہل علم ایسے مواقع پر احتیاط کو ملحوظ رکھتے ہوئے یَا مُحَمَّدُ کی بجائے یَا رَسُوْلَ اللہ پڑھتے ہیں۔

☆ بہرنوع پھلواروی صاحب کا یَا مُحَمَّدُ کہنے کو بے دھڑک بدتمیزی کہہ دینا سخت بدتمیزی ہے اور حدیث پاک پر صراحتہً طعن کرنا ہے (العاذ باللہ)

WWW.KAZMI.COM

یا مُحَمَّدُ کہنے کا ثبوت

☆ یہ صحیح ہے کہ قرآن میں اللہ جل جلالہ نے یَا مُحَمَّدُ کہہ کر حضور ﷺ کو مخاطب نہیں فرمایا لیکن یَا مُحَمَّدُ کے ساتھ اللہ جل جلالہ کا حضور ﷺ کو خطاب فرمانا احادیث صحیح میں وارد ہے۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ حدیث میں ہے۔ اللہ جل جلالہ فرمائے گا "یَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَاْسَكَ" اے محمد ﷺ اپنا سر اقدس اٹھایئے۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۴۸۸۔۴۸۹ طبع رشیدیہ دہلی) اختصام ملائکہ کی مشہور حدیث میں رسول اللہ ﷺ کیلئے لفظ یَا مُحَمَّدُ کے ساتھ اللہ کا خطاب وارد ہے۔ بروایت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اس حدیث میں ہے اللہ جل جلالہ نے فرمایا یَا مُحَمَّدُ سرکار فرماتے ہیں میں نے عرض کیا لَبَّیْكَ رَبِّ اے میرے رب میں حاضر ہوں۔ (مشکوٰۃ ص ۷۲)

تیسواں اعتراض اور اسکا جواب

نادعلی کو مشرکانہ وظیفہ کہنا

☆ رہا یہ امر کہ اس وظیفہ میں شرکیہ الفاظ ہیں تو یہ پھلواروی صاحب کی ناسمجھی ہے۔ حضرت علی المرتضی کرم اللہ وجہہ کا مدد کرنا اذن الٰہی اور مشیت ایزدی کے تحت ہے بالا استقلال نہیں اور مدد اور عون کی اسناد حضرت علی المرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم کی طرف حقیقی نہیں بلکہ مجازی ہے جس کا مفاد حضرت علی المرتضی کرم اللہ وجہہ سے توسل کرنے کے سوا اور کچھ نہیں۔ اس وظیفے کے الفاظ سے حضرت علی المرتضی کرم اللہ وجہہ کے مستعان حقیقی ہونے کا مفہوم پھلواروی صاحب کی اپنی فہم ہے جو درست نہیں آیت کریمہ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ کے تحت ہم نے اپنے تفسیری حواشی میں اس مسئلہ کی پوری وضاحت کردی ہے جس کی یہاں گنجائش نہیں۔

اکتیسواں اعتراض اور اسکا جواب

مرتب نادعلی کو بدبخت شاعر کہنا

☆ اس وظیفے کے مؤلف کو بدبخت شاعر کے الفاظ سے تعبیر کرنا اور اس کے حق میں یہ کہنا کہ "بدبخت شاعر کو حضور ﷺ کی طرف شرک منسوب کرتے بھی شرم نہ آئی" پھلواروی صاحب کے بے محل غیظ وغضب کے اظہار کے سوا کچھ نہیں۔

☆ ہم ابھی بتا چکے ہیں کہ یہ وظیفہ شعر نہیں لہذا اس کی بنیاد پر اس کے مؤلف کو شاعر کہنا غلط ہے نہ اس نے اس وظیفہ کا کوئی کلمہ رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کیا۔ حضور ﷺ کی طرف اس کی نسبت کرنے والا وہ بدبخت ہے جس نے یہ جھوٹا قصہ گھڑا۔

☆ پھلواروی صاحب کی تمام تر طعن وتشنیع کی بنیاد صرف وہی جھوٹا قصہ ہے جو کسی رافضی کے حوالے سے انہوں نے نقل کیا جس کا کوئی تعلق نہ وظیفے سے ہے نہ اس کے مؤلف سے۔

بتیسواں اعتراض اور اسکا جواب

حسنین کریمین صحابی ہیں

☆ پھلواروی صاحب ملا باقر مجلسی کا ایک بیان نقل کرکے تحریر فرماتے ہیں "اس روایت سے واضح طور پر دو باتیں ثابت ہوتی ہیں۔

WWW.KAZMI.COM

ایک یہ کہ جناب حسن ؓ وفات نبوی کے وقت چار سال کے لگ بھگ تھے اور جناب حسین ؓ ان سے بھی کوئی سال بھر چھوٹے تھے۔
دوسرے یہ کہ سیدنا علی المرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم کو شریک غزوہ خیبر ہونا صحیح نہیں'' انتہیٰ کلامہٗ

☆ میں عرض کروں گا کہ ملا باقر مجلسی کا بیان یا اس کی منقولہ روایت ہمارے نزدیک پرکاہ کے برابر بھی وقعت نہیں رکھتی۔ یہاں اس کا نقل کرنا ہی بے سود اور بے محل ہے۔ ہمارے علمائے محققین نے لکھا ہے کہ حسن بن علی ؓ کی ولادت نصف رمضان 3 ہجری میں ہوئی۔ حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں۔ قَالَ خَلِيفَةُ وَغَيْرُ وَاحِدٍ وُّلِدَلِلنِّصْفِ مِنْ رَمَضَانَ سَنَةَ(۳) یعنی خلیفہ اور ان کے علاوہ کئی علماء نے کہا کہ حضرت حسن نصف رمضان 3 ہجری میں پیدا ہوئے۔ اس سے پہلے ابن حجر اسی مقام پر فرما چکے ہیں۔ رَوٰی عَنْ جَدِّهٖ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ یعنی حضرت حسن ؓ نے اپنے نانا رسول اللہ ﷺ سے روایت کی (تہذیب التہذیب ج۲ص۲۹۵'۲۹۶ بیروت) امام ابن جوزی نے تقریباً دس احادیث کے رواۃ میں ان کا نام لکھا (تلقیح فہوم الاثر ص۱۸۷ طبع دہلی) اور حضرت حسین بن علی ؓ کا ذکر کرتے ہوئے تہذیب التہذیب میں فرمایا ''قَالَ الزُّبَيْرُبْنُ بَكَّارٍ وُلِدَ لِخَمْسِ لَيَالٍ كَلَوْنَ مِنْ شَعْبَانَ سَنَةَ اَرْبَعٍ'' یعنی زبیر بن بکار نے کہا کہ حضرت حسین ؓ چھ شعبان 4 ہجری کو پیدا ہوئے (تہذیب التہذیب ج۲ص۳۴۵ طبع بیروت) اور امام ابن جوزی نے انہیں تقریباً سات احادیث کے رواۃ میں شمار کیا۔ (تلقیح ص۱۸۸)

☆ ثابت ہوا کہ پھلواروی صاحب کا یہ کہنا کہ ''جناب حسن ؓ وفات نبوی کیوقت چار سال کے لگ بھگ تھے اور حضرت حسین ؓ ان سے بھی کوئی سال بھر چھوٹے تھے قطعاً غلط اور دروغ بے فروغ ہے حقیقت یہ ہے کہ وفات نبوی کے وقت حضرت حسن ؓ کی عمر شریف تقریباً ساڑھے سات سال اور حضرت حسین ؓ کی عمر مبارک تقریباً ساڑھے چھ سال تھی۔ رسول اللہ ﷺ سے ان کا احادیث روایت کرنا بھی اسی کا مؤید ہے۔

☆ قارئین کرام نے ملاحظہ فرمالیا کہ پھلواروی صاحب نے کس دلیری کے ساتھ حق کو چھپایا اور حسنین کریمین ؓ کی عظمت و فضیلت گھٹانے کی کیسی مذموم جسارت کی۔

حضرت علی المرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم اور غزوہ خیبر

☆ اسی طرح حضرت علی المرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں بھی ان کا یہ گھناؤنا نظریہ قارئین کرام کے سامنے آ گیا کہ ''سیدنا علی المرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم کا شریک غزوہ خیبر ہونا صحیح نہیں'' العیاذ باللہ۔

☆ آج تک دنیا کے کسی مورخ نے غزوہ خیبر میں حضرت علی المرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم کی شرکت کی نفی نہیں کی۔ تمام کتب سیرت و تاریخ اور احادیث صحیحہ میں حضرت علی المرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم کا غزوہ خیبر میں شریک ہونا بلکہ فاتح خیبر ہونا منقول اور مروی ہے۔ صحیحین کی متفق علیہ حدیث ہے

عَنْ سَلَمَةَ قَالَ كَانَ عَلِيٌّ قَدْ تَخَلَّفَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فِيْ خَيْبَرَوَكَانَ بِهٖ رَمَهٌ فَقَالَ اَنَا اَتَخَلَّفُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَلَمَّا كَانَ مَسَاءُ اللَّيْلَةِ الَّتِيْ فَتَحَهَا اللّٰهُ فِيْ صَبَا حِهَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

WWW.KAZMIS.COM

وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ لَاُعْطِیَنَّ الرَّایَۃَ اَوْلَیَأْخُذَنَّ الرَّایَۃَ غَدًا رَجُلًا یُحِبُّہُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَوْقَالَ یُحِبُّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ یَفْتَحُ اللّٰہُ عَلَیْہِ فَاِذَانَحْنُ بِعَلِیٍّ وَمَانَرْجُوْہُ فَقَالُوْھٰذَا عَلِیٌّ فَاَعْطَاہُ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ھٰذَا عَلِیٌّ فَاَعْطَاھُ رَسُوْلُ اللّٰہِ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نَفَتَحَ اللّٰہُ عَلَیْہِ۔

ترجمہ☆ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ غزوہ خیبر کے موقع پر حضرت علی المرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم رسول اللہ ﷺ سے پیچھے رہ گئے۔ انہیں آشوب چشم کی تکلیف تھی۔ حضرت علی المرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا میں رسول اللہ ﷺ سے پیچھے رہ جاؤں؟ چنانچہ حضرت علی المرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم مدینہ سے چل کر خیبر پہنچے اور حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوگئے۔ جب اس رات کی شام ہوئی جس کی صبح کو اللہ جل جلالہ نے فتح عطا فرمائی تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کل یہ جھنڈا میں اسے دوں گا یا مجھ سے یہ جھنڈا وہ لے گا جو اللہ جل جلالہ اور رسول کا محبوب ہے یا (فرمایا) اللہ جل جلالہ اور رسول اسکے محبوب ہیں۔ یہ جنگ اللہ جل جلالہ اسی پر فتح فرمادے گا اچانک ہم نے حضرت علی المرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم کو دیکھا اور ہمیں انکی کوئی امید نہ تھی صحابہ نے عرض کیا حضور ﷺ ! یہ حضرت علی المرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے وہ جھنڈا حضرت علی المرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم کو عطا فرمادیا۔ اللہ جل جلالہ نے ان پر خیبر فتح فرمایا۔ انتہیٰ (صحیح بخاری ج اول ص ۵۲۵ صحیح مسلم جثانی ص ۲۷۹ طبع اصح المطابع کراچی)

☆ شاید قارئین کرام میں سے کسی کو یہ شبہ لاحق ہو کہ پھلواروی صاحب نے ملا باقر مجلسی اور روافض پر الزام قائم کرنے کیلئے ایسا لکھا ہے تو میں عرض کروں گا کہ الزام مخاطب پر قائم کیا جاتا ہے پھلواروی صاحب کے مخاطب روافض اور ملا باقر مجلسی نہیں پھر ان پر الزام قائم کرنے کے کیا معنی؟ درود تاج، دلائل الخیرات اور حزب البحر وغیر جن اوراد و وظائف پر پھلواروی صاحب نے جو اعتراضات کئے وہ بزرگان اہل سنت کے معمولات ہیں۔ اس لئے پھلواروی کے مخاطب روافض اور ملا باقر مجلسی نہیں بلکہ ہم غریبین ہیں۔ لہذا روافض یا ملا باقر مجلسی پر الزام قائم کرنے کا شبہ درست نہیں ہوسکتا۔

☆ علاوہ ازیں اس موقع پر اظہار حق ضروری تھا جو انہوں نے نہیں کیا جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جو کچھ انہوں نے لکھا ہے وہی ان کے نزدیک حق ہے جو اہل حق کے نزدیک سراسر باطل اور نا قابل قبول ہے۔

☆ پھلواروی صاحب کی یہ ساری کاوش اس غرض سے ہے کہ فضائل اہل بیت کے انکار اور ان کے خلاف اپنے دل کا غبار نکالنے کیلئے کہیں سے انہیں کوئی سہارا مل جائے نہ معلوم کس قدر تگ و دو اور کد و کاوش کے بعد ملا باقر مجلسی کی یہ روایت ان کے ہاتھ آئی، جس کے بعد حضرت علی المرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہم کے خلاف یہ دو باتیں ثابت کرنے کا بزعم خویش انہیں موقع میسر آیا جو اہل سنت کے لئے قابل قبول تو درکنار لائق التفات بھی نہیں۔

مَرْحَبْ یہودی کے قاتل

☆ دنیا جانتی ہے کہ یہود خیبر کے سب سے بڑے سردار مرحب کے قاتل حضرت علی المرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں۔ پھلواروی صاحب اس کی نفی کرتے ہوئے لکھتے ہیں ''مزید براں طبری متوفی 310 ہجری کے بیان کے مطابق مرحب کے قاتل محمد بن مسلمہ ہیں

اور صحیح بھی یہی ہے۔ کیونکہ ان کے بھائی محمود بن مسلمہ کی خواہش پر حضور ﷺ نے انہی کو مرحب کا مقابلہ کرنے کیلئے بھیجا اور انہی نے اسے قتل کیا۔ مرحب کے قتل کا کوئی تعلق سیدنا علی المرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم سے نہیں۔ یہ چوتھی صدی ہجری کا اختراع ہے'' انتہیٰ کلامہ

☆ میں عرض کروں گا علم حدیث اور سیرت کی روشنی میں حضرت علی المرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم ہی مرحب کے قاتل ہیں دیکھئے امام مسلم متوفی 261 ہجری نے ''صحیح مسلم'' میں حضرت سلمہ بن اکوع ؓ کی طویل حدیث روایت کی جس کا آخری حصہ حسب ذیل الفاظ میں ہے۔

وَخَرَجَ مَرْحَبُ فَقَالَ

قَدْعَلِمَتْ خَيْبَرُ اَنِّیْ مَرْحَبُ　　شَاكِی السِّلَاحِ بَطَلٌ مُجَرَّبُ

اِذَا الْحُرُوبُ اَقْبَلَتْ تَلَهَّبُ

فَقَالَ عَلِیٌّ

اَنَا الَّذِیْ سَمَّتْنِیْ اُمِّیْ حَيْدَرَه　　كَلَيْثِ غَابَاتٍ كَرِيْهِ الْمَنْظَرَه

اُذِيْقُهُمْ بِالصَّاعِ كَيْلَ السَّنْدَرَه

قَالَ فَضَرَبَ رَأْسَ مَرْحَبٍ فَقَتَلَهٗ ثُمَّ كَانَ الْفَتْحُ عَلٰی يَدَيْهِ (صحیح مسلم شریف ج ۲ ص ۱۴۴ طبع بیروت)

ترجمہ☆ یہودیوں کا سب سے بڑا سردار مرحب رجزیہ اشعار پڑھتا ہوا میدان جنگ میں نکلا۔ خیبر والے جانتے ہیں کہ میں مرحب ہوں۔ نہایت مضبوط ہتھیار بند' آزمودہ بہادر پہلوان۔ جب بھڑکتی ہوئی لڑائیاں سامنے آئیں۔ حضرت علی المرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اس کے مدمقابل ہو کر فرمایا۔ میں وہ علی ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر رکھا' بیابانوں کے خوفناک شیروں کی طرح' میں دشمنوں کو بڑی تیزی اور فراخی کے ساتھ قتل کرتا ہوں سلمہ بن اکوع ؓ فرماتے ہیں کہ حضرت علی المرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم نے مرحب کے سر پر کاری ضرب لگائی اور اسے قتل کر دیا پھر خیبر حضرت علی المرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ہاتھ پر فتح ہو گیا۔ انتھیٰ

☆ علامہ ابن کثیر نے فرمایا اس حدیث کو مسلم اور بیہقی نے روایت کیا بیہقی کے الفاظ حسب ذیل ہیں

قَالَ فَضَرَبَ مَرْحَبَ فَفَلَقَ رَأْسَهٗ فَقَتَلَهٗ وَكَانَ الْفَتْحُ

ترجمہ☆ سلمہ بن اکوع ؓ نے کہا کہ حضرت علی المرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم نے مرحب کو ضرب کاری لگائی اس کا سر پھاڑ کر اسے قتل کر دیا اور خیبر کی جنگ فتح ہو گئی۔ (البدایہ والنہایہ جز چہارم ص ۱۸۸ طبع مصر) یہی الفاظ مستدرک میں بھی ہیں۔ (المستدرک للحاکم ج ۳ ص ۳۹ طبع بیروت) اسی طرح طبقات محمد بن سعد متوفی 230 ہجری میں ہے (ج ۲ ص ۱۱۲ طبع بیروت)

☆ ابن کثیر نے بیہقی کی ایک دوسری روایت کے یہ الفاظ بھی نقل کئے ہیں

نَبَدَرَهٗ عَلِیٌّ بِضَرْبَةٍ فَقَدَّ الْحَجَرَ وَالْمِغْفَرَ وَرَأْسَهٗ وَوَقَعَ فِی الْاَضْرَاسِ وَاَخَذَ الْمَدِيْنَةَ

ترجمہ☆ حضرت علی المرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم نے مرحب کو ضرب لگانے میں جلدی کی تلوار کی ایسی کاری ضرب لگائی کہ اس کے پتھر اور لوہے کے خود کو کاٹ کر رکھ دیا۔ تلوار اس کے سر میں پیوست کر دی۔ جو اس کی ڈاڑھوں تک پہنچ گئی اور خیبر کے شہر کو فتح کر لیا۔ (البدایہ والنہایہ جز ۴ ص ۱۸۷)

WWW.KAZMIS.COM

☆ نیز علامہ ابن کثیر نے امام احمد کی بھی ایک روایت بیان کی ہے وہ فرماتے ہیں ''عَنْ عَلِيٍّ (رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ(قَالَ لَمَّا قَتَلْتُ مَرْحَبَ جِئْتُ بِرَأْسِهِ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ''یعنی امام احمد متوفی 241 ہجری نے فرمایا حضرت علی المرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم سے مروی ہے جب میں نے مرحب کو قتل کر دیا تو اس کا سر لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ (البدایہ والنہایہ جز۴ ص ۱۸۸)

☆ طبری میں ہے ''فَاخْتَلَفَ هُوَ وَعَلِيٌّ ضَرْبَتَيْنِ فَضَرَبَهُ عَلِيٌّ عَلَى هَامَتِهِ حَتّٰى عَضَّ السَّيْفُ مِنْهَا بِاَضْرَاسِهِ وَسَمِعَ اَهْلُ الْعَسْكَرِ صَوْتَ ضَرْبَتِهِ فَمَاتَتَاءَ مَ اٰخِرُ النَّاسِ مَعَ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ حَتّٰى فَتَحَ اللّٰهُ لَهُ وَلَهُمْ ''مرحب اور حضرت علی المرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم نے آپس میں ایک دوسرے پر دو ضربوں کے وار کئے پھر حضرت علی المرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اسکی کھوپڑی میں تلوار ماری حتی کہ حضرت علی المرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم کی تلوار خارا شگاف نے کھوپڑی سے لے کر اسکی ڈاڑھوں تک مرحب کو چیر کر رکھ دیا لشکر والوں نے حضرت علی المرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم کی اس ضرب کی آواز سنی پچھلے لوگ ابھی حضرت علی المرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم پر پہنچنے نہ پائے تھے یہاں تک کہ اللہ جل جلالہ نے حضرت علی المرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم اور تمام مسلمانوں کیلئے خیبر کو فتح فرما دیا۔ (طبری ج ۲ جز ۳ ص ۹۳ طبع بیروت) اور یہی طبری متوفی 310 ہجری اس کے ساتھ ایک اور روایت لائے ہیں۔ ''فَبَدَرَهُ عَلِيٌّ بِضَرْبَةٍ نَقَّهُ الْحَجَرَ وَالْمِغْفَرَ وَرَاءَ سَهُ حتیٰ وَقَعَ فِي الْاَضْرَاسِ وَاَخَذَ الْمَدِيْنَةَ ''مرحب کو ضرب لگانے میں حضرت علی المرتضی کرم اللہ وجہہ نے جلدی کی تو پتھر اور لوہے کے خود اور اس کے سر کو کاٹ دیا۔ یہاں تک کہ وہ تلوار مرحب کی ڈاڑھوں تک پہنچ گئی۔ حضرت علی المرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اسی وقت خیبر کا شہر فتح کر لیا۔ (طبری ج ۲ جز ۳ ص ۹۴ طبع بیروت)

محب طبری پر غلط بیانی

☆ پھلواروی صاحب کی یہ کتنی بڑی علمی خیانت ہے کہ انہوں نے طبری کی ان دونوں روایتوں کو چھوڑ دیا اور محمد بن مسلمہ کے بارے میں جو ایک روایت طبری نے لکھی اسی کو طبری کا بیان قرار دے دیا اور سارا زور قلم اسی پر لگا دیا کہ ''مرحب کے قاتل صرف حضرت محمد بن مسلمہ ہیں مرحب کے قتل کا کوئی تعلق حضرت سیدنا علی المرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم سے نہیں۔ یہ چوتھی صدی ہجری کا اختراع ہے'' حالانکہ وہی امام طبری متوفی 310 ہجری ہیں جن کا سہارا پھلواروی صاحب نے لیا وہی حضرت علی المرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم کو مرحب کا قاتل ظاہر کرنے کے دو روایتیں اپنی کتاب میں درج فرما رہے ہیں۔

☆ پھر انہوں نے صحیح مسلم کو بھی نظر انداز کر دیا جس کے مؤلف کی وفات 261 ہجری میں ہوئی اور انہوں نے حضرت علی المرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم کے مرحب کو قتل کرنے کا واقعہ اپنی ''صحیح'' میں روایت کیا۔ جسے پھلواروی صاحب چوتھی صدی ہجری کا اختراع قرار دے رہے ہیں۔ فیا للعجب۔

☆ پھلواروی صاحب کا یہ کہنا کہ ''طبری کے بیان کے مطابق مرحب کے قاتل محمد بن مسلمہ ہیں اور یہ صحیح بھی ہے'' قطعاً غلط اور بے

بنیاد ہے طبری کا کوئی ایسا بیان موجود نہیں اگر طبری کی ایک روایت کو وہ انکا بیان سمجھتے ہیں تو اس کے خلاف دو روایتوں کو طبری کا ڈبل اور مکرر بیان سمجھنا چاہئے جن کے مطابق حضرت علی المرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم ہی مرحب کے قاتل ہیں میں عرض کروں گا صحیح بھی یہی ہے۔ پھلواروی صاحب نے اپنے دعوی صحت کی جو دلیل لکھی ہے وہ قطعاً غلط ہے وہ فرماتے ہیں کہ ''کیونکہ ان کے بھائی محمود بن مسلمہ کو مرحب نے قتل کیا تھا لہذا محمد بن مسلمہ کی خواہش پر حضور ﷺ نے انہی کو مرحب کا مقابلہ کرنے کیلئے بھیجا''

☆ محض مرحب تو محمود بن مسلمہ کا قاتل نہیں۔ ان کو قتل کرنے والی پوری جماعت ہے جنہوں نے اپنے ایک قلعہ کی دیوار سے حضرت محمود بن مسلمہ پر چکی کا ایک بھاری پتھر گرایا اور وہ اس سے قتل ہو گئے۔ (طبری جز۳ ص۹۲۔ البدایہ والنہایہ ج۲ جز۴ ص۱۹۲) اسی لئے کسی نے بھی مرحب کو ان کا قاتل نہیں لکھا بلکہ روایات میں ''قَتَلُوْا'' کے الفاظ وارد ہوئے ہیں جو جمع کا صیغہ ہے یعنی یہود کی ایک جماعت نے حضرت محمود بن مسلمہ کو قتل کیا (البدایہ والنہایہ ج۲ جز۴ ص۱۸۹، طبری ج۲ جز۳ ص۹۲)

☆ غزوہ خیبر کے قصہ میں خیبر کے یہودی کنانہ کے متعلق طبری کی ایک روایت ہے ''ثُمَّ دَفَعَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلٰى مُحَمَّدِ بْنِ مَسْلَمَةَ فَضَرَبَ عُنُقَهٗ بِاَخِيْهِ مَحْمُوْدِ بْنِ مَسْلَمَةَ'' رسول اللہ ﷺ نے کنانہ کو محمد بن مسلمہ کے حوالے فرمادیا جسے انہوں نے اپنے بھائی محمود بن مسلمہ کے بدلے میں قتل کر دیا۔ (طبری ج۲ جز۳ ص۹۵ طبع بیروت)

☆ طبری کی اس روایت سے صاف ظاہر ہے کہ محمود بن مسلمہ کا قاتل کنانہ تھا جس سے واضح ہو گیا کہ مرحب کو محمود بن مسلمہ کا قاتل قرار دینا صحیح نہیں ہے البتہ یہ ممکن ہے کہ یہودی جس جماعت نے محمود بن مسلمہ پر قلعے کی دیوار سے پتھر گرایا جس سے وہ قتل ہو گئے مرحب بھی اس میں شامل ہو اور اس طرح وہ دونوں بھی محمود بن مسلمہ کے قاتل قرار پائے۔ کیونکہ کسی کے قتل میں جتنے آدمی شامل ہوں گے وہ سب اس کے قاتل قرار پائیں گے لیکن ان میں سے محض کسی ایک کو قاتل قرار دینا درست نہ ہوگا۔

☆ محمد بن مسلمہ کے مرحب کو قتل کرنے کی جس روایت کا سہارا پھلواروی صاحب نے لیا ہے وہ مرجوح ہے، جمہور محدثین اور علماء سیر کا قول یہی ہے کہ مرحب کے قاتل حضرت علی المرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں وہ اسی کو صحیح کہتے ہیں۔

☆ محمد بن مسلمہ کے مرحب کے قاتل ہونے کا قول ضعیف ہے اسی لئے علماء نے اسے لفظ تُیِّلَ کے ساتھ بصیغہ تمریض نقل کیا ہے علامہ ابن اثیر نے فرمایا ''تُیِّلَ اِنَّهٗ هُوَ الَّذِیْ قَتَلَ مَرْحَبَ الْیَهُوْدِیَّ وَالصَّحِیْحُ الَّذِیْ عَلَیْهِ اَكْثَرُ اَهْلِ السِّیَرِ وَالْحَدِیْثِ اَنَّ عَلِیَّ بْنَ اَبِیْ طَالِبٍ قَتَلَ مَرْحَبَ'' (اسد الغابہ ج۴ ص۳۳۱ طبع ایران) یعنی ایک (ضعیف) قول یہ ہے کہ مرحب کو محمد بن مسلمہ نے قتل کیا اور صحیح یہی ہے کہ مرحب کے قاتل حضرت علی المرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں۔ اکثر اہل سیر و حدیث اسی کے قائل ہیں (انتہیٰ)

☆ حضرت علی کے مرحب کو قتل کرنے کی حدیث کی شرح میں علامہ نووی فرماتے ہیں کہ اصح یہی ہے کہ حضرت علی المرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم ہی مرحب کے قاتل ہیں اور ایک (ضعیف) قول یہ ہے کہ مرحب کے قاتل محمد بن مسلمہ ہیں۔ ابن عبدالبر نے اپنی کتاب الدرر میں محمد بن اسحٰق کا یہ قول نقل کیا کہ مرحب کے قاتل محمد بن مسلمہ ہیں اسے نقل کرنے کے بعد ابن عبدالبر نے فرمایا کہ محمد بن اسحٰق

WWW.KAZMI.COM

کے علاوہ دوسروں کا قول یہ ہے کہ مرحب کے قاتل حضرت علی المرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں اور ہمارے نزدیک صحیح بھی یہی ہے۔ پھر اپنی اسناد سے یہی بات انہوں نے سلمہ اور بریدہ سے روایت کی' علاوہ نووی فرماتے ہیں ابن اثیر کا قول یہ ہے کہ جمہور علمائے حدیث اور علمائے سیرت اسی مسلک پر ہیں کہ مرحب کو حضرت علی المرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم نے قتل کیا۔ انتہیٰ (ملخصاً)۔ (نوری شرح مسلم بھامش ارشاد الساری ج ۷ ص ۴۷۲، ۴۷۳ طبع مصر)

☆ مخفی نہ رہے کہ علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ واقدی نے ذکر کیا کہ محمد بن مسلمہ نے مرحب کے دونوں پاؤں کاٹ دیئے شدت تکلیف کی حالت میں اس نے کہا کہ مجھے جلدی قتل کر دے محمد بن مسلمہ نے فرمایا کہ میں ایسا نہیں کروں گا کہ تجھے جلدی قتل کر دوں اب تو موت کا مزہ اسی طرح چکھتا رہ جیسے محمود بن مسلمہ موت کا مزہ چکھتے رہے۔ حضرت علی المرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم اس پر گذرے انہوں نے مرحب کا سر کاٹ دیا۔ (البدایہ والنہایہ ج ۲ جز ۴ ص ۱۸۹)

☆ واقدی کا یہ قول اگر ثابت ہو تو دونوں روایتوں میں تطبیق کا یہ پہلو نکل سکے گا کہ محمد بن مسلمہ اور حضرت علی المرتضی کرم اللہ وجہہ دونوں کو مرحب کا قاتل کہنا صحیح ہے جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں کہ ایک شخص کے قتل میں جتنے آدمی شریک ہوں سب کو اس کا قاتل کہا جائے گا اگرچہ اصل قاتل ایک ہی ہو جیسا کہ اس حدیث میں ہے کہ محمد بن مسلمہ نے مرحب کے صرف پاؤں کاٹے اور حضرت علی المرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اس کا سر کاٹ دیا اصل قاتل حضرت علی المرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم ہی رہے اگرچہ محمد بن مسلمہ کو بھی شریک قتل ہونے کی وجہ سے قاتل کہا جا سکتا ہے جیسا کہ مرحب اور کنانہ دونوں کو محمود بن مسلمہ کا قاتل کہنا صحیح ہو سکتا ہے مگر دوسرے سے قتل کی نفی کر کے محض ایک کو قاتل کہنا صحیح نہیں۔

تینتیسواں اعتراض اور اسکا جواب

استمداد کی شرعی حیثیت

☆ بیشک اللہ جل جلالہ کے سوا کسی کو معین اور مددگار حقیقی سمجھنا شرک خالص ہے مگر کمال قرب الٰہی کے باعث اللہ جل جلالہ کے مقرب بندوں کو مظاہر عون الٰہی سمجھنا یقیناً حق ہے قرآن و حدیث میں یہ مضمون وارد ہے۔ یہاں تفصیل کی گنجائش نہیں۔ بخاری شریف کی ایک حدیث پیش کر رہا ہوں۔ بصیرت و انصاف کی نظر سے غور کیا جائے تو آسانی سے بات سمجھ میں آ سکتی ہے دیکھئے حدیث قدسی میں ہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں۔ اللہ جل جلالہ نے فرمایا جس نے میرے ولی سے عداوت کی میری طرف سے اسے اعلان جنگ ہے اور میرا بندہ میری کسی پسندیدہ چیز کے ذریعے میرا وہ قرب حاصل نہیں کرتا جو میرے فرائض کے ذریعہ حاصل کرتا ہے اور میرا بندہ نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اسے اپنا محبوب بنا لیتا ہوں تو جب میں اسے اپنا محبوب بنا لیتا ہوں تو میں اس کی سمع بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی بصر ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور میں اس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اسکا پاؤں ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے مانگے تو میں اس کو ضرور دوں گا اور اگر وہ مجھ سے میری پناہ طلب کرے تو

اسے میں ضرور اپنی پناہ دوں گا۔ الحدیث (بخاری ج ۲ ص ۹۶۳، مشکوۃ ص ۱۹۷) بخاری شریف کی اس حدیث قدسی کے بعض دیگر طرق میں یہ الفاظ بھی مروی ہیں "وَفُوَادَهُ الَّذِیْ یَعْقِلُ بِهٖ وَلِسَانَهُ الَّذِیْ یَتَکَلَّمُ بِهٖ" یعنی میں اسکا دل ہو جاتا ہوں جس سے وہ سمجھتا ہے اور اس کی زبان ہو جاتا ہوں جس سے وہ بولتا ہے۔ (اشعۃ اللمعات ج ۲ ص ۱۹۴ طبع مجتبائی)

☆ امام رازی رحمتہ اللہ علیہ نے بھی اس حدیث کے ایک طریق روایت میں لِسَانًا اور قَلْبًا کے الفاظ نقل کئے ہیں ﷺ (تفسیر کبیر ج ۵ ص ۶۸۷ طبع مصر) اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ مقربان بارگاہ الوہیت کا مظہر عون الٰہی ہونا درحقیقت ثابتہ ہے۔ اس حدیث کو صرف اس بات پر محمول کر دینا کہ قرب نوافل حاصل کرنیوالے بندے کو جب اللہ ﷻ اپنا محبوب بنا لیتا ہے تو اس کا سننا، دیکھنا، کام کرنا، چلنا پھرنا، سب کچھ اللہ ﷻ کے بھیجے ہوئے احکام شریعت کے مطابق ہو جاتا ہے یعنی مقرب بندہ اپنی آنکھ کان وغیرہ کسی عضو سے معصیت کا مرتکب نہیں ہوتا۔ ہرگز صحیح نہیں کیونکہ "کُنْتُ لَهٗ سَمْعًا" کا مقام اس بندے کو اللہ ﷻ کا محبوب ہونے کے بعد ملا ہے اور وہ محبوب اسی وقت ہو گا جب وہ گناہ چھوڑ دے گا اور اپنی آنکھ کان ہاتھ وغیرہ کو احکام شرعیہ کے تابع بنا دے گا اگر اس کے بغیر ہی وہ محبوب ہو جائے تو سب عاصی اور گنہگار اللہ ﷻ کے محبوب ہوں گے پھر سوچئے کہ محبوبیت کے بعد کُنْتُ لَهٗ سَمْعًا کا مقام اسے حاصل ہوا ہے اب اگر اسے بھی ہم گناہوں سے بچنے کے معنی پر محمول کر دیں تو اس کی حیثیت رجعت قہقری سے زائد کیا ہو گی؟ بلکہ اسے تحصیل حاصل کہنا پڑے گا جو صراحتًا باطل ہے اس لئے حدیث کو معنی سابق پر محمول کرنا صحیح نہیں بلکہ حدیث کے صحیح معنی یہی ہیں کہ بندہ مقرب اللہ ﷻ کی سمع و بصر و دیگر صفات کا مظہر ہو جاتا ہے جیسا کہ اسی حدیث کے پیش نظر امام فخری الدین رازی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا

وَکَذٰلِكَ الْعَبْدُ اِذَا وَاظَبَ عَلَى الطَّاعَاتِ بَلَغَ اِلَى الْمَقَامِ الَّذِیْ یَقُوْلُ اللّٰهُ کُنْتُ لَهٗ سَمْعًا وَّبَصَرًا فَاِذَا صَارَ نُوْرُ جَلَالِ اللّٰهِ سَمْعًا لَهٗ سَمِعَ الْقَرِیْبَ وَالْبَعِیْدَ وَاِذَا صَارَ ذٰلِكَ النُّوْرُ بَصَرًا لَّهٗ وَاَنَّى الْقَرِیْبَ وَالْبَعِیْدَ وَاِذَا صَارَ ذٰلِكَ النُّوْرُ یَدًا لَّهٗ قَدَرَ عَلَى التَّصَرُّفِ فِی الصَّعْبِ وَالسَّهْلِ وَالْبَعِیْدِ وَالْقَرِیْبِ

ترجمہ☆ بندہ جب گناہوں سے بچ کر نیکی کے کاموں پر ہمیشگی اختیار کرتا ہے تو وہ اس مقام پر پہنچ جاتا ہے جس کے متعلق اللہ ﷻ فرماتا ہے کہ میں اس کی سمع اور اسکی بصر ہو جاتا ہوں تو جب اللہ ﷻ کے جلال کا نور اس کی سمع ہو جائے تو وہ قریب اور دور کی بات سن لیتا ہے اور جب یہ نور اس کی بصر ہو جائے تو وہ قریب اور دور کی چیز کو دیکھ لیتا ہے اور جب یہ نور اسکا ہاتھ ہو جائے تو وہ قریب اور دور کی چیز کو دیکھ لیتا ہے اور جب یہ نور اسکا ہاتھ ہو جائے تو وہ مشکل اور آسان اور دور اور قریب پر قادر ہو جاتا ہے۔ (تفسیر کبیر للرازی ج ۵ ص ۶۸۸، ۶۸۹ طبع مصر)

☆ جن لوگوں نے اس حدیث کو عقیدہ توحید کیخلاف سمجھا وہ غلطی پر ہیں کیونکہ حدیث میں یہ نہیں آیا کہ معاذ اللہ وہ "بندہ مقرب" اللہ ہو جاتا ہے یا اللہ بندے میں حلول کر لیتا ہے بلکہ حدیث کا واضح مفہوم یہی ہے کہ اللہ ﷻ کا بندہ کمال قرب مظہر ہو جاتا ہے انسانیت کا کمال قرب الٰہی ہے قرآن و حدیث اور شریعت اسلامیہ کا اصل مقصد ہی یہ ہے کہ انسان اللہ ﷻ کا مقرب ہو جائے اگر یہ کفر و شرک ہے تو اسلام اور توحید کا کیا مفہوم ہو گا؟ کمال انسانیت کے معیار کو کفر و شرک کہنا کتاب و سنت سے ناواقفیت اور روح اسلام سے بے گانگی کی

دلیل ہے۔ اللہ ﷻ کے جو مقرب بندے اس مقام پر فائز ہوتے ہیں۔ اس کی دی ہوئی قدرت کے باوجود اذن الٰہی کے بغیر کوئی کام ان سے سرزد نہیں ہوتا بلکہ وہ اپنے ارادے اور مشیت کو بھی اللہ ﷻ کے ارادے اور مشیت کے تابع کر دیتے ہیں۔

☆ بظاہر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ انہیں کچھ قدرت اور اختیار نہیں مگر وہ اللہ ﷻ کی دی ہوئی قدرت اور اختیار کے باوجود اس کی حکمت اور مشیت کے تابع رہتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ اگر چاہتے تو سونے کے پہاڑ حضور ﷺ کے ساتھ چلتے۔ حضور ﷺ نے فرمایا

يَاعَائِشَةُ لَوشِئْتُ لَسَارَتْ مَعِيَ جِبَالُ الذَّهبِ

ترجمہ☆ اے عائشہ! اگر میں چاہتا تو سونے کے پہاڑ میرے ساتھ چلتے۔ (مشکوۃ ص ۵۲۱)

☆ اور فقر و فاقہ کی کبھی نوبت نہ آتی لیکن حضور ﷺ نے خود فقر کو اختیار فرمایا۔ بیشک تمام انبیاء و اولیاء علیہم السلام اور کل مخلوقات اللہ ﷻ کے محکوم اور مقدور ہیں۔ اس کے حکم اور قدرت سے کوئی باہر نہیں لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ وہ بہ نسبت خلائق مجبور محض ہوں بلکہ مظاہر عون الٰہی ہو کر اللہ ﷻ کے اذن سے وہ اپنی اور ہماری سب کی مدد کرتے اور کر سکتے ہیں۔ ان کا بعض اوقات ہماری مدد نہ کرنا اس لئے نہیں کہ وہ ہماری مدد نہیں کر سکتے بلکہ وہ بتقاضائے کمال عبدیت اللہ ﷻ کی حکمت کے خلاف کچھ نہیں کرتے۔ دلائل اور تفصیل کا یہ موقع نہیں سمجھنے کیلئے اتنی بات پیش نظر رکھ لیں کہ بھوک اور پیاس کی شدت برداشت کرنے والا روزے دار جسے اللہ ﷻ نے سب نعمتیں عطا فرمائی ہیں روزے کی حالت میں کھانے پینے کی طاقت رکھتا ہے مگر رضائے الٰہی کے پیش نظر وہ ایسا نہیں کرتا نمازی نماز کی حالت میں لوگوں سے کلام کر سکتا ہے مگر بندگی کا تقاضا اسے روکتا ہے ایک طاقتور مظلوم ظالم سے انتقام لے سکتا ہے مگر کمال حلم اس کیلئے مانع ہے۔

☆ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کے مظہر عون الٰہی ہونے میں کوئی شک نہیں اگر وہ چاہتے تو باذن الٰہی اپنی مدد کر سکتے تھے مگر اپنے رب کی حکمت و رضا کے تحت انہوں نے صبر و تحمل سے کام لیا اور حکمت الٰہیہ کے مطابق عمل کرنا سنت الٰہیہ ہے غور فرمایئے اللہ ﷻ ہر چیز پر قادر ہے لوگ بہت سے کام اس کی مرضی کے خلاف کرتے ہیں اللہ ﷻ انہیں روک سکتا ہے مگر نہیں روکتا شیطان کی سرکشی دور کرنے پر اللہ ﷻ قادر ہے مگر اپنی حکمتوں کی بناء پر ایسا نہیں کرتا اللہ ﷻ کے مقرب بندے سنت الٰہیہ کا مظہر ہوتے ہیں اپنے اوپر ان کا قیاس کر کے انہیں اپنے جیسا سمجھنا نادانی اور ناانصافی ہے۔

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر

گرچہ ہمانند در نوشتن شیر و شیر

چونتیسواں اعتراض اور اسکا جواب

لِیْ خَمْسَةٌ اُطْفِیْ بِهَا حَرَّالْوَبَاءِ الْحَاطِمَه اَلْمُصْطَفٰی وَالْمُرْتَضٰی وَابْنَا هُمَا وَالْفَاطِمَةُ

☆ اس کے بعد لِیْ خَمْسَةٌ پر اعتراض کرتے ہوئے فرماتے ہیں "معلوم نہیں کس بے علم نے یہ شعر بنایا ہے؟ بِهَا کی ضمیر کا مرجع کون ہے؟ بھم ہوتا تو کچھ بات بھی بن جاتی پھر وَبَاءِ مونث نہیں مگر یہاں اس کی صفت حَاطِمَه لائی گئی ہے پھر فَاطِمَةُ پر الف لام نہیں آتا اور یہاں بے تکلف داخل کر دیا گیا" (ص ۲۱)

☆ پھلواروی صاحب نے یہاں تین اعتراض کئے ہیں۔

(۱)☆ وہ فرماتے ہیں "بِهَا" کی ضمیر کو مرجع کون ہے؟ "بِهِمْ" ہوتا تو کچھ بات بھی بن جاتی۔

☆ پھلواروی صاحب کی کم فہمی پر حیرت ہے وہ اتنا بھی نہ سمجھ سکے کہ ضمیر "بِهَا" کا مرجع لفظ خَمْسَةٌ کے ضمن میں موجود ہے تقدیر عبارت ہے "خَمْسَةُ اَشْخَاصٍ" ایسی صورت میں جمع مذکر غائب اور بتاویل جماعت واحد مؤنث غائب بلکہ جمع مؤنث غائب کی ضمیر بھی لانا جائز ہے۔ تینوں استعمال احادیث سے ثابت ہے۔

نمبر۱☆ ثَلَاثَةٌ مِّنْ قَالَهُنَّ (مسند امام احمد ج ۳ ص ۱۴ طبع بیروت)

نمبر۲☆ ثَلَاثَةٌ يُحِبُّهَا اللّٰهُ (مجمع الزوائد جزدوم ج اول ص ۱۰۵ طبع بیروت)

نمبر۳☆ ثَلَاثَةٌ كُلُّهُمْ ضَامِنٌ عَلَى اللّٰهِ (ابوداؤد ج ا ص ۳۳۷ طبع اصح المطابع کراچی)

☆ پھلواروی صاحب کا ایک کے سوا باقی دو کی نفی کرنا ان کی لاعلمی پر مبنی ہے۔

(۲)☆ فرماتے ہیں "وَباء مؤنث نہیں مگر یہاں اس کی صفت حَاطِمَه لائی گئی ہے"

☆ پھلواروی صاحب کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ یہاں اَلْوَبَاءِ کی صفت اَلْحَاطِمَةِ صرف رعایت قافیہ کی وجہ سے ہے جو رعایت سجع سے کم نہیں اور رعایت سجع میں یہ اختلاف کلام عرب اور حدیث میں وارد ہے۔

☆ حدیث ام زرع میں گیارہ عورتوں سے ایک عورت کا قول مروی ہے "وَاَرَحَ عَلَيَّ نِعَمًا ثَرِيًّا" شارح شمائل اس مقام پر ارقام فرماتے ہیں وَكَانَ الظَّاهِرُ اَنْ تَقُوْلَ ثَرِيَّةً لٰكِنَّهَا ارْتَكَبَتْ ذٰلِكَ لِاَجْلِ السَّجْعِ یعنی یہاں اسے "نِعَمًا ثَرِيَّةً" کہنا چاہیئے تھا لیکن رعایت سجع کی وجہ سے اس نے "ثَرِيَّةً" کی بجائے مذکر کا لفظ "ثَرِيًّا" بول دیا (شرح شمائل ترمذی ص ۱۹۴ طبع مصر)

(۳)☆ فرماتے ہیں "پھر فاطمہ پر الف لام نہیں آتا اور یہاں بے تکلف داخل کر دیا"

☆ پھلواروی صاحب کا مطلب یہ ہے کہ لفظ فاطمہ صفت کا صیغہ چونکہ علم ہے اس لئے اس پر الف لام داخل ہونے کو وہ ناجائز سمجھ رہے ہیں۔ یہ ان کی لاعلمی اور کم فہمی ہے انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ یہ الف لام زائدہ ہے جس کا لفظ فاطمہ اور اس جیسے دیگر اعلام پر داخل ہونا اگرچہ ضروری نہیں مگر اس کا جائز ہونا بھی شک وشبہ سے بالاتر ہے۔ دیکھئے شرح ابن عقیل میں ہے

وَاَكْثَرُ مَاتَدْخُلُ عَلَى الْمَنْقُوْلِ مِنْ صِفَةٍ كَقَوْلِكَ فِيْ حَارِثٍ

☆ "اَلْحَارِثُ" یعنی صفت کا صیغہ جب اسمیت کیطرف منقول ہو تو اکثر اس پر الف لام داخل ہوتا ہے جیسے لفظ حارث کو "الحارث" کہنا۔ (ابن عقیل شرح ابن مالک ص ۱۸۴ ج اول طبع مصر)

☆ اور النحو الوافی میں ہے

اَلَ الزَّائِدَةُ هِيَ الَّتِيْ تَدْخُلُ عَلَى الْمَعْرِفَةِ الْمَعْرِفَةِ "اَلْمَاْمُوْنُ وَرَشِيْدٍ مِنْ اَشْهَرِ خُلَفَاءِ بَنِي الْعَبَّاسِ" فَالْكَلِمَاتُ مَّاْمُوْنٌ وَ رَشِيْدٌ وَ عَبَّاسٌ مَعَارِفُ بِالْعَلَمِيَّةِ قَبْلَ دُخُوْلِ اَلَ فَلَمَّا دَخَلَتْ عَلَيْهَالَمْ تُحْدِثْ تَغْيِيْرًا فِيْ تَعْرِيْفِهَا زَلَمْ تُفِدْهَاتَعْرِيْفًا جَدِيْدًا

www.KAZMIS.COM

☆ یعنی الف لام زائدہ جو معرفہ یا نکرہ پر داخل ہوتا ہے وہ اس کی تعریف یا تنکیر کو متغیر نہیں کرتا معرفہ پر اس کے داخل ہونے کی مثال اس جملے میں ہے ''اَلْمَامُوْنُ وَرَشِیْدِ مِنْ اَشْهَرِ خُلَفَاءِ بَنِی الْعَبَّاس '' مامون، رشید اور عباس تینوں نام الف لام داخل ہونے سے پہلے علمیت کے ساتھ معرفہ ہیں۔ الف لام نے ان پر داخل ہو کر ان کے علم معرفہ ہونے میں کوئی نئی بات پیدا نہیں کی نہ کسی تعریف جدید کا فائدہ دیا (النحو الوافی ج ا ص ۴۲۹ طبع مصر)

☆ علاوہ ازیں پھلواروی صاحب نے ضرورت شعری کے قانون کو بھی نظر انداز فرما دیا نحو کے جن قواعد کو وہ یقینی فرما رہے ہیں خود ان پر یقین نہیں رکھتے۔

پینتیسواں اعتراض اور اسکا جواب

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ ضمیر مجرور پر بغیر اعادۂ جار عطف

☆ پھلواروی صاحب نے درود کے ان الفاظ پر بھی اعتراض کیا ہے۔ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے متعلق وہ فرماتے ہیں! چند دنوں سے اخباروں، رسالوں میں، ٹی وی اور ریڈیو میں اور بعض قدیم معتبر مذہبی کتابوں میں بڑی کثرت سے یہ درود لفظ ''اٰلِهٖ'' کے ساتھ دہرایا جاتا ہے حالانکہ نحوی اعتبار سے یہ الفاظ صحیح نہیں۔ اصول یہ ہے کہ ضمیر مجرور پر جب اسم ظاہر کا عطف ہو تو اعادہ جار ضروری ہوتا ہے۔ (ص ۲۲)

☆ پھلواروی صاحب کی علمی بے مائیگی پر افسوس ہوتا ہے نحاۃ کا یہ قول تو انہوں نے دیکھ لیا کہ ضمیر مجرور پر اسم ظاہر کا عطف اعادۂ جار کے بغیر نہیں ہوتا بیشک قرآن وحدیث اور کلام عرب میں اعادہ جار کی بیشمار مثالیں موجود ہیں پھلواروی صاحب نے بھی اس کی ایک دلیل نہیں کہ تمام نحاۃ کا اس پر اتفاق ہو اور کسی کے نزدیک بھی اعادہ جار کے بغیر ضمیر مجرور پر اسم ظاہر کا عطف جائز نہ ہو۔ اکثر بصریین کا یہی مذہب ہے لیکن کوفین اسے جائز سمجھتے ہیں۔ ابن مالک بھی اس کے جواز کے قائل ہیں الفیہ میں ان کے دو شعر ملاحظہ فرمائیں۔

وَعَوْدَ خَافِضٍ لَدًى عَطْفٍ عَلٰى
ضَمِيْرِ خَفْضٍ لَازِمًا قَدْ جُعِلَا
وَلَيْسَ عِنْدِیْ لَازِمًا اِذْ قَدْ اَتٰى
فِی النَّثْرِ وَالنَّظْمِ الصَّحِيْحِ مُثْبَتًا

☆ شارح الفیہ ابن عقیل نے ان دونوں شعروں کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے کہا! یعنی جمہور نحاۃ نے اس صورت میں اعادہ جار کو ضروری قرار دیا اور میرے نزدیک صورت مذکورہ میں جار کا اعادہ ضروری نہیں کیونکہ اعادہ جار کے بغیر یہ عطف نظم ونثر میں سماعًا وارد ہوا ہے۔ (ابن عقیل فرماتے ہیں) نثر میں اعادۂ جار کے بغیر یہ عطف حمزہ کی قرأت ''تَسَاءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَام '' (بجر الارحام) میں وارد ہے کیونکہ یہاں ''الارحام'' کا عطف ''بِهٖ'' کی ضمیر مجرور پر اعادۂ جار کے بغیر ہوا ہے اور نظم میں یہ شعر ہے جسے سیبویہ نے پڑھا

WWW.KAZMIS.COM

فَالْيَوْمَ قَرَّبْتَ تَهْجُوْنَا وَتَشْتِمُنَا

فَاذْهَبْ فَمَا بِكَ وَالْاَيَّامِ مِنْ عَجَبٍ

ترجمہ☆ یعنی تو آج ہماری ہجو کرتا اور ہمیں گالیاں دیتا ہوا ہمارے پاس آیا ہے چلا جا تجھ پر اور ان ایام پر کوئی تعجب نہیں (ایسا ہوتا ہی رہتا ہے)

☆ اس شعر میں "بِكَ" کی ضمیر مجرور پر اعادۂ جار کے بغیر "الایام" کا عطف ہوا ہے (ابن عقیل ج ۲ ص ۲۳۹ ا ۲۴۰ طبع بیروت)

☆ ثابت ہوا کہ نظم ونثر دونوں میں اعادۂ جار کے بغیر اسم ظاہر کا عطف ضمیر مجرور پر کلام عرب میں مسموع ہے مخفی نہ رہے کہ حمزہ کی قرأت' قراءات سبعہ متواترہ میں سے ہے جس کے غلط ہونے کا تصور بھی کوئی مسلمان نہیں کرسکتا۔ قرآنی شہادت کے بعد اس کو غلط کہنا ایسی جسارت ہے جو کسی مسلمان کے شایان شان نہیں۔

☆ اس قراءت حمزہ میں "الارحام" کا عطف ضمیر مجرور پر متعین ہے کسی تاویل کا یہاں احتمال نہیں۔ اس آیت کے تحت تفسیر مظہری میں ہے

وَقَرَءَ حَمْزَةُ بَالْجَرِّ عَطْفًا عَلَى الضَّمِيْرِ الْمَجْرُوْرِ وَهٰذِهِ الْآيَةُ دَلِيْلٌ لِلْكُوْفِيِّيْنَ عَلٰى جَوَازِ الْعَطْفِ عَلَى الضَّمِيْرِ الْمَجْرُوْرِ مِنْ غَيْرِ اِعَادَةِ الْجَارِّ فَاِنَّ الْقِرَاءَةَ مُتَوَاتِرَةٌ

☆ حمزہ نے "تساءلون به والارحام" میں "الارحام" کو جر کیساتھ پڑھا جس میں (اعادۂ جار کے بغیر) ضمیر مجرور پر عطف واقع ہوا ہے اور یہ آیت کوفیین کے اس قول کی دلیل ہے کہ ضمیر مجرور پر اعادۂ جار کے بغیر عطف جائز ہے۔ کیونکہ حمزہ کی قرأت متواترہ ہے۔ (انتہیٰ) (تفسیر مظہری سورۃ النساء ج ۲ ص ۴۳ طبع حیدر آباد دکن)

☆ اور تفسیر روح المعانی میں علامہ سید محمود آلوسی حنفی بغدادی فرماتے ہیں

اِخْتَارَ اَبُوْحَيَّانٍ عَطْفَهٗ عَلَى الضَّمِيْرِ الْمَجْرُوْرِ وَاِنْ لَّمْ يُعَدِ الْجَارُّ وَاَجَازَ ذٰلِكَ الْكُوْفِيُّوْنَ وَيُوْنُسُ وَالْاَخْفَشُ وَاَبُوْ عَلِيٍّ وَهُوَ شَائِعٌ فِيْ لِسَانِ الْعَرَبِ نَظْمًا وَنَثْرًا

☆ ابوحیان (صاحب تفسیر البحر المحیط) کے نزدیک اعادۂ جار کے بغیر ضمیر مجرور پر اسم ظاہر کا عطف مختار ہے اعادۂ جار کے بغیر یہ عطف کوفیین' یونس' اخفش اور ابوعلی سب کے نزدیک جائز ہے اور اعادۂ جار کے بغیر یہ عطف کلام عرب میں نظماً ونثراً شائع ہے۔ (روح المعانی پ ۲ ج ۱ ج ۲ ص ۱۰۹ طبع دیوبند)

☆ اس آیت کے علاوہ قرآن کی دیگر آیات مثلاً "وَكُفْرٌ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ" (البقرہ ۲۱۷) اور "قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِيْهِنَّ وَمَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ") النساء ۱۲۷) سے بھی اعادۂ جار کے بغیر ضمیر مجرور پر اسم ظاہر کے عطف کے جواز پر استدلال کیا جاسکتا ہے اور کہا جاسکتا ہے کہ "وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ" کا عطف اعادۂ جار کے بغیر "بِهٖ" کی ضمیر مجرور پر ہے اور "وَمَا يُتْلٰى" میں "مَا" کا عطف "فِيْهِنَّ" کی ضمیر مجرور پر اعادۂ جار کے بغیر ہو رہا ہے لیکن ہم نے بحث کی طوالت سے بچنے کے لئے اختصار کے ساتھ ان آیات کے

WWW.KAZMIS.COM

محض ذکر پر اکتفاء کیا۔اس عطف کے جواز میں ابوحیان کا طویل کلام تفسیر ''البحر المحیط ج ۲ص ۱۴۷'۱۴۸ ج ۳ص ۱۵۷'۱۵۸'۱۵۹ طبع بیروت) پر ملاحظہ فرمائیے۔ان کے علاوہ دیگر تفاسیر میں بھی ضمیر مجرور پر اعادۂ جار کے بغیر اسم ظاہر کے عطف کا جواز صراحت اور بسط کے ساتھ مرقوم ہے مثلاً تفسیر قرطبی ج ۳ جز ۵ ص ۴ا ں ۵۔تفسیر کبیر ج ۳ پ ۴ ص ۱۹۳۔تفسیر الجلالین علی ہامش الصاوی ج ا ص ۱۷۶۔تفسیر الصاوی ج ا ص ۱۷۶ وغیرہ۔

☆ قارئین کرام! غور فرمائیں کہ ہمارے دلائل کے سامنے پھلواروی صاحب کے قول کی کیا وقعت رہ گئی؟ اس تفصیل سے پھلواروی صاحب کے اس نظریے کے بطلان پر بھی مزید روشنی پڑ گئی کہ وہ قواعد نحویہ کو قطعی اور یقینی قرار دیتے ہیں۔الحمدللہ ہم نے ثابت کر دیا کہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ ایسا درود ہے جسکی صحت میں کوئی شک وشبہ نہیں۔پھلواروی صاحب کا اسے غلط کہنا قطعاً غلط اور باطل محض ہے۔

چھتیسواں اعتراض اور اسکا جواب

مسلمان کا مختصر درود

☆ پھلواروی صاحب فرماتے ہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے ''يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ''اس کی تعمیل میں مسلمان پڑھتے ہیں۔اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ اسی کا اختصار ''صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ '' ہے۔(انتہیٰ)

☆ قارئین کرام! ملاحظہ فرمائیں پھلواروی صاحب نے کس چابک دستی کیساتھ حضور ﷺ کی آل کو درود سے خارج کر دیا۔میں عرض کروں گا کہ ارشاد باری کی تعمیل میں مسلمان حضور ﷺ کی آل کو درود سے خارج کر کے اسطرح نہیں پڑھتے جس طرح پھلواروی صاحب نے لکھا ہے بلکہ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ کے ساتھ وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ بھی ضرور پڑھتے ہیں۔ارشاد باری کی تعمیل میں حضور ﷺ نے درود کے جو الفاظ امت کو تلقین فرمائے ان میں ''عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ'' کے الفاظ بھی شامل ہیں جیسا کہ متفق علیہ حدیث میں حضور ﷺ کا یہ فرمان وارد ہے ''قُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ ''تم ''اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ '' کہا کرو (مشکوۃ ص ۸۶ طبع رشیدیہ دہلی)

☆ اگر کسی روایت میں اٰلِ مُحَمَّدٍ کے الفاظ نہیں تو اس کی بجائے ذُرِّيَّتِهٖ کے الفاظ موجود ہیں (بخاری، مسلم، مشکوۃ ص ۸۶) اور ابو داؤد کی روایت میں تو ذُرِّيَّتِهٖ کے ساتھ اَهْلِ بَيْتِهٖ کے الفاظ بھی وارد ہیں (مشکوۃ ص ۸۷)

☆ اس لئے مسلمانوں کے درود کا اختصار بقول پھلواروی صاحب ''صلی اللہ علیہ وسلم '' نہیں بلکہ اس کا اختصار ''صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم '' ہے۔نسخ مروجہ میں لفظ آل کا ساقط کرنا ناسخین کا تصرف ہے جو ہمارے نزدیک پسندیدہ نہیں۔پھلواروی صاحب نے حضور ﷺ کی آل کو درود سے خارج کر کے آل محمد ﷺ سے معاذ اللہ بیزاری اور اپنے قلبی عناد کا مظاہرہ کیا ہے۔العیاذ باللہ۔

WWW.KAZMI.COM

سینتیسواں اعتراض اور اسکا جواب

رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ

☆ پھلواروی صاحب کا ایک عجیب استدلال ملاحظہ فرمایئے تحریر فرماتے ہیں ''قرآن کریم میں صحابہ کرام کیلئے آیا ہے لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اس سے واضح ہوا کہ صحابہ کرام کیلئے صرف رَضِیَ اللّٰہُ کہنا اور لکھنا ضروری ہے (انتہی کلامہ)

☆ میں عرض کرونگا کہ اس آیت کریمہ میں مومنین اصحاب شجرہ صحابہ کرام سے اللہ جل جلالہ کے راضی ہونیکا بیان ہے جو ان کی فضیلت کی دلیل قطعی ہے لیکن اس سے پھلواروی صاحب کا یہ قول کہاں ثابت ہوا کہ ''صحابہ کیلئے صرف رَضِیَ اللّٰہُ کہنا اور لکھنا ضروری ہے''

☆ یہاں دو باتیں قابل غور ہیں۔

☆۱ یہ کہ اس آیت کریمہ میں محض اصحاب شجرہ کا ذکر ہے پھر مطلقاً ہر صحابی کے حق میں ان کا یہ استدلال کیونکر صحیح ہوگا؟

☆۲ یہ کہ یہاں اصحاب شجرہ کی فضیلت بیان فرمانے کیلئے اللہ جل جلالہ نے رَضِیَ اللّٰہُ فرمایا۔ ان کے ناموں کے ساتھ رَضِیَ اللّٰہُ کہنے اور لکھنے کا اس آیت میں کوئی حکم نہیں۔ ایسی صورت میں اسماء صحابہ کے ساتھ رِضِیَ اللّٰہُ کہنے یا لکھنے کے ضروری ہونے پر پھلواروی صاحب کا یہ استدلال کیسے درست ہوسکتا ہے؟

☆ صحابہ کرام کی خصوصی فضیلت عظمی کے پیش نظر ان کے اسماء گرامی کے ساتھ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ لکھنا تو ان علمائے کرام نے تحریر فرمایا ہے جو پھلواروی صاحب کی نظر میں کوئی خاص وقعت نہیں رکھتے ہم ان علماء کے مطابق بطور ادب واحترام حضرات صحابہ کرام کے اسماء گرامی کے ساتھ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ لکھتے ہیں اور اسے اپنے لئے باعث خیر وبرکت وسعادت سمجھتے ہیں لیکن پھلواروی صاحب کا استدلال مذکور ہمارے نزدیک صحیح نہیں کیونکہ قرآن کریم میں صرف اصحاب شجرہ کیلئے رَضِیَ اللّٰہُ کے الفاظ وارد نہیں ہوئے بلکہ صحابہ ہوں یا غیر صحابہ ان سب مومنین کے حق میں رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ کے الفاظ قرآن کریم میں وارد ہیں جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے چنانچہ اللہ جل جلالہ نے فرمایا ''اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰئِكَ ھُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّةِ'' (۹۸ البینہ) پھر ان کے حق میں فرمایا رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ اس آیت میں اصحاب شجرہ ہونا تو درکنار صحابی ہونے کی بھی تخصیص نہیں بلکہ قیامت تک امت مسلمہ کے وہ تمام افراد جو مومنین کاملین اور صالحین ہیں سب اس میں شامل ہیں اور رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ سب کے حق میں وارد ہے۔ اگر پھلواروی صاحب کا استدلال صحیح ہو تو ہر مومن صالح کے نام کے ساتھ رَضِیَ اللّٰہُ عنہ کہنا اور لکھنا ضروری قرار پائے گا جس کے پھلواروی صاحب خود بھی قائل نہیں معلوم ہوا کہ ان کا یہ عجیب وغریب استدلال ان کے اپنے لئے بھی قطعاً نا قابل التفات ہے۔

www.KAZMIS.COM

اڑتیسواں اعتراض اور اسکا جواب

لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ

☆ پھلواروی صاحب فرماتے ہیں یہ حدیث جو حدیث قدسی بھی بتائی جاتی ہے جہاں روایۃً نا قابل اعتبار ہے اپنی زبان کے لحاظ سے بھی نادرتس ہے۔

☆ پھلواروی صاحب ناحق طعن کررہے ہیں آج تک اس روایت کی صحت پر کسی نے اصرار نہیں کیا بعض علماء نے تو اسے موضوع بھی کہا ہے لیکن یہ حکم سند روایت کے اعتبار سے ہے جو صحت معنی کی نفی کو مستلزم نہیں دیکھئے ملا علی قاری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں

لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَ فْلَاكَ قَالَ الصَّنْعَانِیُّ اِنَّهٗ مَرْفُوْعٌ كَذَا فِیالْخُلَا صَةَ لٰكِنْ مَّعْنَاهُ صَحِیْحٌ فَقَدْ رَوَی الدَّیْلَمِیُّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا مَرْفُوْعًا اَتَانِیْ جِبْرِیْلُ فَقَالَ یَامُحَمَّدُ لَوْلَاكَ مَا خَلَقْتُ الْجَنَّةَ وَلَوْلَاكَ مَا خَلَقْتُ النَّارَ وَ فِیْ رِوَایَةِ ابْنِ عَسَاكِرَ لَوْلَاكَ مَا خَلَقْتُ الدُّنْیَا (موضوعات کبیر ص ۵۹ طبع مجتبائی)

☆ پھلواروی صاحب کا اس حدیث کو زبان کے اعتبار سے نادرست کہنا ہمارے نزدیک درست نہیں دیکھئے کافیہ میں "لَوْلَاكَ وَعَسَاكَ اِلٰی اٰخِرِهِمَا "یعنی "لولاك" کلام عرب میں آیا ہے (ﷺ ص ۵۳) اور مشکل اعراب الک میں ہے "اَجَازَ سِیْبَوَیْهِ لَوْلَاكُمْ "یعنی "لَوْلَاكُمْ" کی ترکیب کو سیبویہ نے جائز کہا ہے (ص ۲۱۰ ج ۲ طبع ایران)

☆ ثابت ہوا کہ یہ ترکیب اہل عرب سے مسموع ہے اور درست ہے۔ پھلواروی صاحب فرماتے ہیں "لَوْلَا" کے بعد خواہ اسم ظاہر آئے یا اسم ضمیر آئے وہ بہرحال مرفوع ہوگا۔

☆ میں عرض کروں گا کہ "لَوْلَا" کے بعد ضمیر مرفوع یا اسم مرفوع کے جائز اور مستعمل ہونے میں کوئی اختلاف نہیں قرآن وحدیث اور محاورات عرب میں یہ استعمالات بکثرت وارد ہیں جسکی ایک دو مثالیں پھلواروی صاحب نے بھی لکھی ہیں لیکن ان مثالوں سے یہ کہاں ثابت ہوا کہ لَوْلَاكَ کی ترکیب نادرست ہے اور وہ اہل عرب سے مسموع نہیں جبکہ ہم بھی اسکے ثبوت میں عبارتیں نقل کرچکے ہیں۔

☆ پھلواروی صاحب اہل لغت کے حوالے سے فرماتے ہیں "لَوْلَاهُ یا لَوْلَاكَ یا لَوْلَایَ بہت ہی کم سنا گیا ہے" پھر فرماتے ہیں "ایسی شاذ اور غیر فصیح زبان ہرگز اس پیغمبر ﷺ کی زبان سے ادا نہیں ہوسکتی جو افصح العرب والعجم ہے"

☆ رہا یہ امر کہ پھلواروی صاحب قلت سماع کی وجہ سے اسے غیر فصیح قرار دے کر فرمارہے ہیں کہ "ایسی شاذ اور غیر فصیح زبان ہرگز اس پیغمبر ﷺ کی زبان سے ادا نہیں ہوسکتی جو افصح العرب والعجم ہے" انتہائی حیرت انگیز، تعجب خیز بلکہ بیحد افسوسناک ہے اگر کسی ترکیب کا قلیل الاستعمال ہونا اس کی فصاحت کے خلاف ہو تو وَمَا اَنْسٰنِیْهُ اور بِمَا عٰهَدَ عَلَیْهُ اللّٰهَ میں دونوں ترکیبیں غیر فصیح قرار پائیں گی کیونکہ اس قسم کی ترکیب میں ضمیر کا ضمہ ان آیتوں کے سوا قرآن میں کہیں استعمال نہیں ہوا نہ کسی حدیث میں اس کی مثال ملتی ہے نہ کبھی اہل عرب نے ایسی ضمیر میں ضمہ استعمال کیا۔ کیا پھلواروی صاحب یہاں بھی کہیں گے کہ ایسی شاذ اور غیر فصیح زبان ہرگز اس قرآن میں

نہیں ہوسکتی جو اپنی فصاحت و بلاغت میں ایسا بے مثل ہے جس کی مثل ممکن ہی نہیں۔

☆ علاوہ ازیں بہت ہی قلیل الاستعمال ترکیب کی بعض مثالیں حدیث میں بھی پائی جاتی ہیں مثلاً ایک حدیث میں آیا ہے "اَنْتَ اَبَاجَهْلٍ" (صحیح بخاری ج۵ص۹۵طبع بیروت)

☆ کون نہیں جانتا کہ اسماءِ ستہ مکبرہ مفردہ جب غیر یائے متکلم کی طرف مضاف ہوں تو ان کا اعراب حالت رفعی میں واؤ حالت نصبی میں الف اور حالت جری میں یا کے ساتھ ہوتا ہے قرآن وحدیث اور لغت عرب میں استعمال کثیر یہی ہے اس کے مطابق حدیث میں "اَنْتَ اَبُوْجَهْلٍ" ہونا چاہئے تھا مگر مستملی کے علاوہ بخاری کے تمام نسخوں میں "اَنْتَ اَبَا جَهْلٍ" مروی ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر نے اس حدیث کے تحت فرمایا قولہ "اَنْتَ اَبَاجَهْلٍ كَذَا لِلْاَكْثَرِ وَلِلْمُسْتَمْلِي وَحْدَهٗ اَنْتَ اَبُوْجَهْلٍ وَالْاَوَّلُ هُوَ الْمُعْتَمَدُ" یعنی صرف مستملی کے نسخے میں ابوجہل ہے۔ اس کے علاوہ بخاری کے سب نسخوں میں "اَنْتَ اَبَاجَهْلٍ" روایت کیا گیا ہے اور یہی معتمد ہے (فتح الباری ج۷ص۲۳۵طبع مصر) اور ظاہر ہے کہ یہ استعمال قلیل ہے اس کی ایک مثال امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے قول "وَلَوْرَمَاهُ بِاَبَاقُبَيْسٍ" میں بھی پائی جاتی ہے۔ اگر قلت استعمال کو کسی ترکیب کے عدم جواز اور اسکے غیر فصیح ہونے کی دلیل مان لیا جائے تو حدیث کی یہ ترکیب بھی ناجائز اور غیر فصیح ہوگی اور امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کا یہ کلام بھی غلط اور غیر فصیح قرار پائے گا اور یہ صراحتاً باطل ہے۔

☆ بحمداللہ روز روشن کیطرح واضح ہوگیا کہ پھلواروی صاحب کا طعن محض بیجا ہے اور صرف قلت استعمال کیوجہ سے کسی ترکیب کو نادرست اور غیر فصیح قرار دینا علم و دانش کی روشنی میں ہرگز درست نہیں۔ حدیث لَوْلَاكَ کے معنی بالکل صحیح ہیں اور اسکی صحت ترکیب قطعاً بے غبار ہے۔

انتالیسواں اعتراض اور اسکا جواب

"فِي الدَّيْنِ وَالدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ"۔ "فِيْدِيْنِنَا وَدُنْيَانَا"

☆ پھلواروی صاحب نے دلائل الخیرات سے حسب ذیل دعا نقل کی "اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِي الدِّيْنِ وَالدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ" حزب البحر سے بھی "فِيْ دِيْنِنَاوَدُنْيَانَا" کے الفاظ نقل کئے۔ دعا کے ان الفاظ کو ترک دینا اور رہبانیت پر محمول کیا۔ دلائل الخیرات کے مؤلف یا ناقل کو ناعاقل قرار دیا اور ان اکابر امت کے خلاف خوب اپنے دل کی بھڑاس نکالی اور اس دعا پر اعتراض کرتے ہوئے کہا "دنیا کے مقابلے میں آخرت ہے یعنی اس جہاں کی زندگی اور آنیوالے جہاں کی زندگی رہا دین تو وہ دنیا کے مقابلے میں یا دنیا سے الگ کوئی شے نہیں یہ آخرت کے مقابلے میں بھی کوئی چیز نہیں۔ اسی موجودہ زندگی میں اور دنیا ہی کے اندر ہوتا ہے یہی دنیاوی زندگی اللہ جل جلالہ کی مرضی کے مطابق بسر کرنے کا نام ہے "دین" دنیا سے ہٹ کر یا دنیا کو چھوڑ کر زندگی بسر کرنا کوئی دین نہیں" (انتہی)

☆ میں عرض کروں گا دلائل الخیرات یا حزب البحر میں دین اور دنیا کا لفظ تو ضرور آیا ہے لیکن یہ کہیں نہیں آیا کہ دنیا سے ہٹ کر یا دنیا کو چھوڑ کر زندگی بسر کرنا دین ہے۔ نہ دلائل الخیرات اور حزب البحر میں یہ کہا کہ اللہ جل جلالہ کی مرضی کے مطابق دنیا کی زندگی بسر کرنا دین نہیں۔

WWW.KAZMIS.COM

☆ رضائے الٰہی کے مطابق دنیاوی زندگی بسر کرنے کے معنی یہ ہیں کہ ہم اپنی دنیا کی ہر چیز رضائے الٰہی کے تابع کردیں دنیا تابع ہو اور رضاء الٰہی متبوع تابع متبوع کا ہمیشہ غیر ہوتا ہے۔ اگر دین و دنیا میں کوئی مغائرت ہی نہ ہو تو اللہ ﷻ کی مرضی کے مطابق زندگی بسر کرنے کا مفہوم ہی نہیں رہتا ہمیں جس چیز کو رضاء الٰہی کے تابع کرنا ہے وہی دنیا ہے اور رضاء الٰہی کے تابع کرنا دین ہے اور اپنے تشخص میں یہ دونوں چیزیں جداگانہ حیثیت رکھتی ہیں خلاصہ یہ کہ ہمارا مال اور اور ہماری اولاد دنیا ہے جیسا کہ اللہ ﷻ نے فرمایا "اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِیْنَةُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا" (پ ۱۵ الکہف ۴۶) اور اپنے مال کو رضاءِ الٰہی کے مطابق خرچ کرنا اور رضاء الٰہی کے مطابق اولاد کی پرورش کرنا دین ہے۔ اس دعا کا مطلب یہ ہے کہ یا اللہ ہم اپنی دنیا یعنی مال و اولاد کے حق میں تجھ سے عفو و عافیت کے طالب ہیں کہ وہ ہلاک ہونے سے محفوظ رہیں اور جب تیری رضا کے مطابق ہم اپنا مال خرچ کریں اور اپنی اولاد کی تربیت کریں تو ہماری یہ نیکی بھی ضائع نہ ہونے پائے تاکہ آخرت میں ہم اس کے ثواب سے محروم نہ ہو جائیں۔ یہ مفہوم ہے "فِیْ دِیْنِنَا وَدُنْیَانَا" اور "فِی الدِّ دْنِ وَالدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ کا۔

☆ بتایئے اس میں کون سی غلطی ہے؟ اسے غلطی کہنا دلائل الخیرات اور حزب البحر اور ان کا ورد کرنے والے صلحاء امت کے خلاف عناد ظاہر کرنا نہیں تو اور کیا ہے۔

چالیسواں اعتراض اور اسکا جواب

صلوۃ معکوس

☆ اسی ضمن میں پھلواروی نے رہبانیت کا ذکر کرتے ہوئے در پردہ حضرت خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ کا بھی مذاق اڑایا ہے وہ لکھتے ہیں "جب ہم یہ پڑھتے ہیں کہ فلاں بزرگ بارہ سال تک الٹے لٹکے رہے اور صلوۃ معکوس ادا کرتے رہے۔ استغفر اللہ۔ اس قسم کی رہبانہ زندگی کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں یہ سب بزرگوں پر اتہام ہے اور اگر فی الواقع کسی نے ایسا کیا ہے تو اس نے صحیح کام نہیں کیا۔ وہ طہارت و وضو کیسے کرتا رہا۔ نماز کس طرح ادا کرتا رہا۔ جماعت میں کیونکر شریک ہوتا رہا بال بچوں یا پڑوسیوں کا کیا حق ادا کرتا رہا" (ص ۲۴)

☆ معلوم نہیں پھلواروی صاحب نے بارہ سال تک صلوۃ معکوس پڑھنے کا قصہ کہاں سے سن لیا واقعہ یہ ہے کہ حضرت بابا صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے محض بطور ریاضت، اصلاح نفس کیلئے صرف چالیس رات، عشاء کے بعد سے صبح یعنی تہجد تک چند گھنٹوں کیلئے کنواں میں الٹا لٹکنے کی مشقت اختیار فرمائی (اخبار الاخیار فارسی ص ۵۳ طبع مجتبائی۔ از شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی) جس کا مقصد صرف یہ تھا کہ نفس کی سرکشی دور ہو اور وہ رضائے الٰہی کی خاطر مشقت و تکلیف برداشت کرنے کا عادی ہو جائے۔ اس موقع پر پھلواروی صاحب نے طہارت، وضو، نماز، جماعت، ادائیگی حقوق وغیرہ کا ذکر کرکے جو شکوک و شبہات وارد کئے ہیں سب بے محل اور لایعنی ہیں کیونکہ چند گھنٹے کی اس ریاضت کے دوران نہ کسی نماز کا وقت آتا تھا نہ رفع حاجت کی ضروریات پیش آنے کا کوئی موقع ہوتا تھا ظاہر ہے کہ جس کام میں رضائے الٰہی کے حصول کا مقصد شامل ہو وہ توجہ الی اللہ سے خالی نہیں ہو سکتا۔

www.KAZMIS.COM

☆ مومن کی نماز خشوع وخضوع اور توجہ الی اللہ پر مشتمل ہوتی ہے اس مناسبت سے اس ریاضت کو اگر کسی نے ''صلوۃ معکوس'' سے تعبیر کر دیا تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان کا یہ عمل ارکان صلوۃ پر مشتمل تھا بلکہ خشوع وخضوع اور خشیت الہیہ کی بنا پر اسے صلوۃ معکوس کہہ دیا گیا۔ یہ عمل کوئی عبادت مقصودہ نہ تھا جسکی بنا پر احداث فی الدین کا الزام حضرت بابا صاحب رحمتہ اللہ علیہ پر عائد کیا جا سکے۔ بلکہ ایک روحانی علاج تھا معالجین بطور علاج مریضوں کو اس قسم کی ورزش بتاتے ہیں کہ کچھ دیر پاؤں اوپر اٹھائے رکھیں بتقاضائے کمال عبدیت مشقت برداشت کرنا خود حضور ﷺ کا فعل مبارک ہے۔ رات کو کھڑے کھڑے حضور ﷺ کے پاؤں مبارک متورم ہو جاتے تھے۔ (بخاری ا ص ۱۵۲)

☆ رسول اللہ ﷺ کے صحابی حضرت ابولبابہ انصاری رضی اللہ عنہ سے ایک غلطی سرزد ہوگئی تھی جس کا ازالہ صرف توبہ اور استغفار سے بھی ہوسکتا تھا مگر حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے اپنے نفس کی غلطی کی سزا دینے کیلئے اپنے آپ کو زنجیر کے ساتھ ستون سے باندھ دیا ساتھ ہی یہ قسم بھی کھالی کہ میں نہ کچھ کھاؤں گا نہ کچھ پیئوں گا تاوقتیکہ میری غلطی معاف نہ ہو جائے چنانچہ زنجیر کے ساتھ وہ مسلسل سات دن تک بندھے رہے پیشاب وغیرہ اور نماز کیلئے ان کی بیٹی ان کی زنجیر کھول دیتی تھی۔ فراغت کے بعد وہ پھر بدستور اپنے آپ کو زنجیر کے ساتھ ستون سے باندھ دیتے تھے سات دن تک نہ انہوں نے کچھ کھایا نہ پیا یہاں تک کہ جب انہیں نماز کیلئے کھولا گیا تو بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ اس کے بعد اللہ جل جلالہ نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔ ان سے کہا گیا کہ آپ کی توبہ قبول ہوگئی ہے۔ آپ نے فرمایا اللہ کی قسم میں خود اپنے آپ کو نہ کھولوں گا جب تک حضور ﷺ تشریف لا کر مجھے نہ کھولیں حضور ﷺ تشریف لائے اور انہیں اپنے دست مبارک سے کھولا (اسد الغابتہ فی معرفتہ الصحابہ ج ۵ ص ۲۸۴ تا ۲۸۵ طبع تہران) مگر ان کے مسلسل بندھے رہنے اور طویل مشقت پر رسول اللہ ﷺ نے ان پر انکار نہ فرمایا ثابت ہوا کہ اصلاح نفس کیلئے بطور علاج اس قسم کی مشقت اٹھانا اور تکلیف جھیلنا بلاشبہ جائز ہے۔

☆ قارئین پر واضح ہو گیا ہوگا کہ بابا صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا یہ چلا معکوس شرعاً وعقلاً بے غبار ہے اور پھلواروی نے اس پر جو شکوک و شبہات وارد کئے ہیں وہ سب بے بنیاد ہیں۔

خرق عادت یا غرق عادت

☆ یہ وہ عنوان ہے جس پر پھلواروی صاحب نے اپنے اس مضمون کا اختتام فرمایا ہے اللہ والوں کے خلاف وظائف واعمال کے بہانے زہر افشانی میں انہوں نے پہلے ہی کوئی کمی نہ چھوڑی تھی لیکن اس عنوان کو پڑھ کر محسوس ہوتا ہے کہ ان کا سینہ عداوت اولیاء کا گنجینہ ہے معجزات وکرامات اور اہل اللہ کے خوارق عادات کی توہین تضحیک میں انہوں نے کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی خوارق انبیاء اولیاء علیہم السلام کا ذکر کتاب وسنت میں اس کثرت اور وضاحت کیساتھ وارد ہے کہ کوئی ادنی مسلمان بھی اس میں متردد نہیں ہوسکتا معجزہ صدق نبوت کی دلیل ہے اور کرامت ولی کی بزرگی کا نشان جس کی نظر میں نبی ولی کی وقعت نہ ہو اس کے نزدیک معجزہ اور کرامت کی کیا وقعت ہوسکتی ہے؟

☆ بیشک معجزہ فضیلت ہے لیکن نبی کی افضلیت کا معیار نہیں۔ اسیطرح کرامت بھی بزرگی ہے مگر بزرگی کا مدار نہیں معجزہ کا صدور غیر

نبی سے نہیں ہوسکتا۔کرامت کا ظہور بھی صرف ولی سے ہوتا ہے۔اسلئے معجزہ ہو یا کرامت مسلمان دونوں کی حرمت وعظمت کا قائل ہے۔

☆ حضرات انبیائے کرام اور اولیاء عظام کے خوارق عادات کو ان کی حرمت وفضیلت کے معنی سے خالی سمجھنا مسلمان کی فہم نہیں لفظ کرامت کے معنی ہی بزرگی ہیں۔پھر اسے بزرگی سے غیر متعلق سمجھنا کیوں کر صحیح ہوگا؟

اکتالیسواں اعتراض اور اسکا جواب

کرامت کو قے کہنے کا مطلب

☆ اگر یہ ثابت بھی ہوجائے کہ کسی بزرگ نے کرامت کو قے کہا ہے تو یہ قول محض بطور استعارہ ہوگا یعنی اظہار کرامت اسطرح مکروہ اور ناپسندیدہ ہے جس طرح قے ناپسندیدہ اور مکروہ ہے پھلواروی صاحب کا کرامت کو حقیقتاً قے سمجھنا ایسا ہی جیسے کسی بہادر انسان کو دیکھنے والا رَأَیْتُ اَسَدًا کہے اور سننے والا اسد کے معنی درندہ سمجھ لے اسمیں شک نہیں کہ اہل اللہ نے اظہار کرامت کو ہمیشہ ناپسند کیا ہے۔

بیالیسواں اعتراض اور اسکا جواب

سادھو سے کرامت کا ظہور

☆ کرامت صرف ولی سے ظاہر ہوتی ہے پھلواروی صاحب کرامات اولیاء کے منکر ہونے کے باوجود سادھو سے بھی ظہور کرامت کے قائل ہیں جیسا کہ انہوں نے فرمایا ''کرامت کی وساطت سے جو ارادت ایمانی پیدا ہوتی ہے وہ مستحکم نہیں ہوتی آج اگر ایک مسلمان بزرگ کی دو کرامتیں دیکھ کر کوئی معتقد ہوگا تو کل وہی کسی سادھو کی چار کرامتیں دیکھ کر اس کا دم بھرنے لگے گا'' (ص ۳۰) کرامتیں اگر سادھو سے بھی ظاہر ہوسکتی ہیں تو پھر ان کے کرامت ہونے کا کیا مفہوم رہا؟ دراصل پھلواروی صاحب یہی کہنا چاہتے ہیں کہ کرامت لغو اور بے معنی ہے۔

تینتالیسواں اعتراض اور اسکا جواب

حضرت یحییٰ منیری کے قول کی وضاحت

☆ پھلواروی صاحب لکھتے ہیں ''دنیا کرامات کی پجاری ہے مگر خود مخدوم الملک کرامت کو بت پرستی قرار دیتے ہیں جی ہاں صاف لفظوں میں بت پرستی فرماتے ہیں وہ کرامات کو انسانی سطح سے بہت گری ہوئی اور گھٹیا چیز قرار دیتے ہیں۔مخدوم الملک کی ایک مسجع عبارت سنیئے فرماتے ہیں۔**اگر بر آب روی خسی وگر بر ھوا پری مگسی آں کربکن کہ گویند کسی**'' (ص ۲۸) انتہیٰ

☆ سلف صالحین سے لے کر آج تک کتاب وسنت کے مطابق یہی عقیدہ ہے کہ اولیاء کی کرامتیں حق ہیں۔اس اعتقاد کو کرامت کی پوجا کہنا پوری امت مسلمہ کو مشرک قرار دینے کے مترادف ہے العیاذ باللہ مخدوم الملک حضرت احمد یحییٰ منیری کا مسجع کلام جو پھلواروی صاحب نے نقل کیا ہے اس کے کسی ایک لفظ کا بھی یہ مفہوم نہیں کہ کرامت بت پرستی ہے وہ تو صرف اتنا بتانا چاہتے ہیں کہ خوارق عادات کا ظہور مثلاً پانی پر چلنا یا ہوا میں اڑنا سالک راہ معرفت کیلئے منتہائے کمال نہیں یہ تو ایسی باتیں ہیں جو تنکے اور مکھی میں بھی پائی جاتی

WWW.KAZMIS.COM

ہیں۔انسانیت کا کمال تو یہ ہے کہ انسان اللہ جل جلالہ کے قرب ومعرفت کا وہ مقام حاصل کرے جسے وصول اِلے اللہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

غرق عادت کی اصطلاح

☆ خرق عادت کی اصطلاح تو متقدمین اسلاف کرام سے منقول ہوتی چلی آ رہی ہے لیکن غرق عادت کا لفظ کبھی سننے میں نہیں آیا۔ یہ صرف پھلواروی صاحب کی اختراع ہے ہمیں اس سے بحث نہیں کہ خرق عادت کے مقابلے میں غرق عادت کا لفظ انہوں نے کیوں بولا لیکن ہم اب تک یہ نہ سمجھ سکے کہ اس لفظ سے ان کی کیا مراد ہے؟ اگر امور عادیہ مراد ہیں تو غرق عادت سے ان کا کیا تعلق ایسی صورت میں وہ عادت اور خرق عادت بولتے غرق عادت کا لفظ تو اس مقام پر قطعاً بے معنی اور مہمل ہے۔

معجزہ و کرامت اسباب سے متعلق نہیں ہوتے

☆ ہم نے مانا کہ اسباب عادیہ ظاہرہ کے علاوہ اسباب خفیہ بھی ہوتے ہیں لیکن محققین سلف صالحین کا مسلک یہی ہے کہ خوارق انبیاء واولیاء علیہم السلام یعنی معجزات وکرامات جس طرح اسباب عادیہ ظاہرہ سے متعلق نہیں ہوتے بالکل اسی طرح ان کا تعلق اسباب خفیہ سے بھی نہیں ہوتا بلکہ ہر قسم کے اسباب کے بغیر اللہ جل جلالہ انہیں ظاہر فرماتا ہے اور یہی خرق عادت ہے۔

چونتالیسواں اعتراض اور اسکا جواب

خرق عادت کو ناممکن کہنا

☆ اہل اللہ کے خلاف زہر افشانی کرتے ہوئے پھلواروی صاحب فرماتے ہیں ''خرق عادت ممکن ہی نہیں' قانون قدرت اٹل ہوتا ہے اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوسکتی'' لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ۔ وَلَنْتَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا'' (انتہیٰ کلامہٗ)

☆ پھلواروی صاحب نے اس حقیقت کو بھی نہ دیکھا کہ اللہ جل جلالہ کا خارق عادت فعل جو نبی کی تصدیق کیلئے نبی کے ہاتھ پر ظاہر ہوا معجزہ کہلاتا ہے (دیکھئے شرح مواقف ج ۸ ص ۲۲۳ ا ۲۲۴ طبع مصر) ولی کی کرامت بھی اس کے نبی کا معجزہ ہوتی ہے وہ بھی اللہ جل جلالہ ہی کا فعل ہے جو خرق عادت کے طور پر ولی کے ہاتھ پر ظاہر ہوتا ہے۔ اسی لئے اسے کرامت کہا جاتا ہے۔ دونوں خارق عادت فعل اللہ جل جلالہ کے ہیں پھلواروی صاحب کا یہ کہنا کہ ''خرق عادت ممکن ہی نہیں'' معجزات وکرامات کی نفی صریح ہے صرف یہی نہیں بلکہ یہاں انتہائی افسوس ناک اور غارت گر ایماں پہلو یہ ہے کہ خرق عادت کو ناممکن کہہ کر اللہ جل جلالہ کی قدرت کا بھی انکار کر دیا گیا۔ بندے کے کسی فعل کو ناممکن کہہ سکتے ہیں لیکن اللہ جل جلالہ کے فعل واقعی کو ناممکن کہنا بندے کیلئے ممکن نہیں کیونکہ وہ خرق عادت کام اللہ جل جلالہ کا فعل ہے۔

☆ قانون قدرت یقیناً اٹل ہے جس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوسکتی لیکن کس کی طرف سے؟ ہمارا ایمان ہے کہ بندوں کی طرف سے تبدیلی ناممکن ہے ہاں اگر اللہ جل جلالہ چاہے تو اپنے قانون کو بتقاضائے حکمت بدل سکتا ہے وہ قانون عام ہو یا خاص کیونکہ قانون بنانے والا اپنے قانون کو بدلنے کا حق رکھتا ہے۔

www.KAZMIS.COM

پینتالیسواں اعتراض اور اس کا جواب

قدرت خداوندی کا انکار

☆ پھلواروی صاحب فرماتے ہیں ''انسان نئے نئے قوانین دریافت تو کرتا ہے بنا تا نہیں اور جب بنا تا نہیں تو توڑ بھی نہیں سکتا'' انتہیٰ کلامہٗ ۔ میں عرض کروں گا کہ اہل اللہ کے خوارق عادات کے ضمن میں ان کی یہ بات بالکل بے محل ہے قوانین فطرت اہل اللہ نے نہ بنائے ہیں نہ انہیں کبھی توڑا ہے نہ وہ توڑ سکتے ہیں ان کا بنانے والا صرف اللہ جل جلالہ ہے اور جس چیز کو وہ بنا سکتا ہے اسے توڑ بھی سکتا ہے۔ یہی خرق عادت ہے۔ جسے پھلواروی صاحب ناممکن کہہ کر اللہ جل جلالہ کی قدرت کا انکار کر رہے ہیں۔

چھیالیسواں اعتراض اور اسکا جواب

معجزات وکرامات کو نظر بندی کہنا

☆ معجزات وکرامات کے ضمن میں پھلواروی صاحب کا اسباب خفیہ کا ذکر کر کے بازی گر، جادوگر، ہپناٹزم کے تماشوں کا ذکر کرنا محض یہ تاثر دینے کیلئے ہے کہ اہل اللہ کے خوارق عادات معجزات وکرامات سب اسی نوعیت کے ہیں حالانکہ ہم ثابت کر چکے ہیں کہ وہ سب افعال الٰہیہ ہیں۔ ان کا ظہور من جانب اللہ جل جلالہ ہوتا ہے جادو اور بازی گری سے ان کا کیا تعلق؟

☆ پھلواروی صاحب کی یہ تحریر دراصل ان کے اسی بغض وعناد کا اظہار ہے جس کا مظاہرہ وہ ابتداء سے کرتے چلے آرہے ہیں۔

سینتالیسواں اعتراض اور اسکا جواب

کرامت کو لا اکراہ فی الدین کے منافی کہنا

☆ پھلواروی صاحب فرماتے ہیں ''کرامت یا خرق عادت ایک قسم کا دباؤ ہے جسے دیکھ کر انسان ڈر سا جاتا ہے اور بات ماننے پر مجبور ہو جاتا ہے اور یہ کسی تک لا اکراہ فی الدین کے منافی ہے'' انتہیٰ کلامہٗ

☆ اس عبارت سے پھلواروی صاحب کا مافی الضمیر کھل کر سامنے آ گیا کہ وہ اللہ جل جلالہ کی قدرت کی نشانیوں اور خوارق انبیاء و اولیاء علیہم السلام کو ایک قسم کا دباؤ قرار دے رہے ہیں جسے دیکھ کر انسان ڈر سا جاتا ہے اور بات ماننے پر مجبور سا ہو جاتا ہے۔

☆ جن آیات قدرت کو دیکھ کر انسان کو خوف لاحق ہو پھلواروی صاحب انہیں لا اکراہ فی الدین کے منافی سمجھتے ہیں حالانکہ سنت الٰہیہ یہی ہے کہ معجزات وخوارق عادات کے ذریعے لوگوں کو ڈرایا جائے قرآن کی جو آیت پھلواروی صاحب کے ذہن کو جھنجوڑ رہی ہے اس کے آخری الفاظ میں ارشاد فرمایا وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰیَاتِ اِلَّا تَخْوِیْفًا (پ ۱۵ الاسراء آیت نمبر ۵۹) یعنی ہم نشانیاں اسی لئے تو بھیجتے ہیں کہ لوگ انہیں دیکھ کر ڈریں۔

☆ اگر یہ لا اکراہ فی الدین کے خلاف ہے تو کیا پھلواروی صاحب کے نزدیک قرآن میں تعارض بھی پایا جاتا ہے؟ خوارق

عادت سے لوگوں کا ڈر محسوس کرنا لا اکراہ فی الدین کے منافی ہوتا تو انبیاء علیہم السلام صرف مبشر ہوتے مُنذِر و نَذِیر کبھی نہ ہوتے۔ پھلواروی صاحب جو سنت الٰہیہ کی آڑ لے کر خوارق عادت کے منکر ہیں کاش اس حقیقت پر غور فرماتے کہ آیات و معجزات کے ذریعے لوگوں کو ڈرانا سنت الٰہیہ ہے۔

☆ جیسا کہ ہم نے ابھی آیت قرآنیہ سے ثابت کیا۔ نبوت ختم ہونے کیساتھ معجزات کا سلسلہ تو ختم ہو گیا لیکن اللہ جل جلالہ کی نشانیوں کے ساتھ لوگوں کو ڈرانے کا سلسلہ اب تک جاری ہے بلکہ قیامت تک جاری رہے گا حدیث شریف میں وارد ہے کہ ایک مرتبہ سورج گرہن کے موقع پر رسول ﷺ نے کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا

هٰذِهِ الْاٰيَاتُ الَّتِیْ يُرْسِلُ اللّٰهُ لَا تَكُوْنُ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَلَا لِحَيٰوتِهٖ وَلٰكِنْ يُّخَوِّفُ اللّٰهُ بِهَا عِبَادَه (بخاری، مسلم، مشکوۃ ص ۱۳۰ طبع دہلی)

ترجمہ☆ یہ قدرت کی نشانیاں جنہیں اللہ بھیجتا ہے کسی کی موت یا پیدائش کیلئے نہیں ہوتیں بلکہ اللہ انکے ذریعے اپنے بندوں کو ڈراتا ہے۔

☆ قارئین کرام! غور فرمائیں قرآن و حدیث کی روشنی میں پھلواروی صاحب کی یہ بات باطل محض نہیں تو کیا ہے؟

اڑتالیسواں اعتراض اور اس کا جواب

کھلی تضاد بیانی

☆ پھلواروی صاحب فرماتے ہیں ''خاتم النبیین ﷺ کا کمال یہ ہے کہ قانون قدرت کو توڑ کر کرامت پیدا کرنے کا سلسلہ ختم کر دیا'' (انتہیٰ کلامہٗ)

☆ پھلواروی صاحب اپنی اس عبارت میں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ قانون قدرت توڑ کر کرامت پیدا کرنے کا جو سلسلہ چلا آ رہا تھا خاتم النبیین ﷺ نے اسے ختم کر دیا۔ انتہائی حیرت کا مقام ہے کہ قانون قدرت کا توڑنا تو ممکن ہی نہیں پھلواروی صاحب نے تو اسے اللہ جل جلالہ کیلئے بھی ناممکن قرار دیا ہے پھر اس سلسلے کو ختم کرنا کیا معنی رکھتا ہے؟ کیا یہ پھلواروی صاحب کی کھلی تضاد بیانی نہیں؟

انچاسواں اعتراض اور اسکا جواب

امور عادیہ کو خوارق عادت کہنا

☆ اس کے بعد پھلواروی صاحب فرماتے ہیں ''اور جو معجزہ ظاہر ہوا وہ کم اسباب کے اندر رہ کر اور قانون قدرت سے ہم آہنگ رہ کر ظاہر ہوا'' (انتہیٰ کلامہٗ)

☆ میں عرض کروں گا کہ جو کام خارق عادت نہ ہو اور وہ اسباب میں رہ کر ظاہر ہوں انہیں معجزہ کہنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے؟ پھلواروی صاحب نے یہ بات کہہ کر گویا معجزے کی بنیاد ہی اکھاڑ دی ہم شرح مواقف کے حوالے سے ابھی بتا چکے ہیں کہ معجزہ خارق عادت امر ہے جو اللہ جل جلالہ کا فعل ہے اسی کیطرف سے صدق نبوت کی دلیل کے طور پر نبی سے ظاہر ہوتا ہے دراصل پھلواروی صاحب کا مقصد ہی یہ ہے کہ معجزات اور خوارق عادات کا تصور مسلمان کے ذہن سے نکال دیں۔

WWW.KAZMIS.COM

پچاسواں اعتراض اور اسکا جواب

تخت سلیمانی کو ہوا اڑاتی تھی

☆ اس مقام پر پھلواروی صاحب کا یہ کہنا کہ ''حضرت سلیمان علیہ السلام کے تخت کو جن لے کر سفر کراتے تھے'' قرآن کے خلاف ہے اس میں شک نہیں کہ شیاطین اور جنات سلیمان علیہ السلام کیلئے مسخر تھے لیکن حضرت سلیمان کے تخت کو لے کر ان کا سفر کرانا صحیح نہیں اللہ جل جلالہ نے فرمایا فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيحَ تَجْرِي بِأَمْرِهِ رُخَاءً حَيْثُ أَصَابَ (پ ۲۳ آیت ۳۶) ''یعنی ہم نے سلیمان علیہ السلام کیلئے ہوا مسخر کردی وہ ان کے حکم کے ساتھ نرم روی سے چلتی جہاں وہ ارادہ فرماتے''

☆ یہاں جنوں کا نہیں بلکہ ہوا کا ذکر ہے کہ سلیمان علیہ السلام جہاں چاہتے تھے ہوا ان کے حکم سے چلتی تھی یعنی ان کے تخت کو لے جاتی تھی۔ اس آیت سے یہ بات واضح ہوگئی کہ معجزات میں انبیاء علیہم السلام کے حکم اور ارادے کا پایا جانا بھی قرآن کے خلاف نہیں بلکہ قرآن سے ثابت ہے۔

معجزہ و کرامت مقدور نبی و ولی ہوتے ہیں

☆ یہ صحیح ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے قصد و التفات کے بغیر بھی ان سے خوارق عادت کا صدور ناممکن نہ تھا بناء برین اہل اللہ کیلئے خوارق عادات کا اظہار ممکن اور تحت قدرت الٰہیہ ہے ورنہ قادر مطلق کا عجز لازم آئے گا۔ تَعَالَى اللّٰهُ عَنْ ذٰلِكَ عُلُوًّا كَبِيرًا

☆ معجزہ ہو یا کرامت دراصل خرق عادت کے طور پر وہ اللہ جل جلالہ ہی کا کام ہوتا ہے بعض علماء نے کہا کہ معجزہ کی شرط یہ ہے کہ وہ نبی کے تحت قدرت نہ ہو اور بعض نے کہا کہ یہ شرط بے معنی ہے یعنی ہوسکتا ہے کہ نبی معجزے پر قدرت رکھتا ہو مگر یہ اختلاف محض نزاع لفظی ہے کیونکہ خرق عادت کام کی جو قدرت اللہ جل جلالہ نے نبی کو عطا فرمائی جو لوگ اسی قدرت کو معجزہ کہتے ہیں انکے نزدیک معجزہ نبی کا مقدور نہیں کیونکہ خرق عادت کی اس قدرت پر نبی قادر نہیں ہوتا اور جن لوگوں نے اس فعل خارق للعادۃ کو معجزہ کہا جو اس قدرت معجزہ سے ظاہر ہو رہا ہے انہوں نے معجزے کا نبی کیلئے مقدور ہونا تسلیم کیا۔

☆ خلاصہ یہ کہ جنہوں نے خرق عادت کی قدرت کو معجزہ قرار دیا وہ خارق عادت فعل کو حقیقتاً معجزہ نہیں کہتے ہاں ان کے نزدیک وہ مجازاً معجزہ ہے اور جن لوگوں نے قدرت کی بجائے اس خارق للعادۃ فعل کو معجزہ کہا ان کے نزدیک وہ فعل حقیقتاً معجزہ ہے اور وہ نبی کا مقدور ہے یعنی نبی میں قدرت معجزہ کا انکار کسی نے نہیں کیا فرق اتنا ہے کہ کسی نے عین قدرت کو معجزہ کہا جو نبی کی مقدور نہیں اور کسی نے اس قدرت کی وجہ سے خارق عادت فعل کو معجزہ کہا جو قدرت معجزہ کی وجہ سے نبی کا مقدور ہے (ملخصاً شرح مواقف ج ۸ ص ۲۲۳۔۲۲۴ طبع مصر)

☆ بہر حال معجزہ دراصل اللہ جل جلالہ ہی کا فعل ہے اور اسی کی جانب سے ہے خواہ وہ قدرت معجزہ ہو یا فعل خارق للعادۃ اور اسے اللہ جل جلالہ کیلئے ناممکن کہنا اللہ جل جلالہ کی قدرت کا انکار کرنا ہے یہ بحث افعال خارقہ للعادۃ سے متعلق تھی رہا قرآن تو یقیناً وہ معجزہ ہے ایسا

www.KAZMIS.COM

دائمی اور ابدی معجزہ جو بقیہ معجزات کو حاوی ہے بلکہ انبیائے سابقین علیہم السلام کے معجزات پر بھی مشتمل لیکن وہ فعل نہیں اللہ جل جلالہ کا کلام قدیم ہے اسلئے وہ افعال خارقہ للعادۃ کے حکم سے بالاتر ہے مختصر یہ کہ ہم نے قرآن سے ثابت کر دیا کہ پھلواروی صاحب کا یہ قول غلط ہے کہ ''حضرت سلیمان علیہ السلام کے تخت کو جن لے کر سفر کراتے تھے''

اکیاونواں اعتراض اور اسکا جواب

تخت بلقیس کو اٹھالانے والا

☆ اس مقام پر پھلواروی صاحب کا یہ کہنا غلط ہے کہ ''حضرت سلیمان علیہ السلام نے چشم زدن میں جنوں سے بلقیس کا تخت منگوایا'' قرآن مجید میں ہے

قَالَ عِفْرِيتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ(پ۱۹ النمل آیت۳۹)

☆ یہ بات قوی ہیکل خبیث جن نے کہی تھی کہ آپ کے دربار برخواست کرنے پہلے بلقیس کا تخت میں آپ کے پاس لے آؤں گا اس کے بعد اللہ جل جلالہ نے ارشاد فرمایا قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ ۔جسکے پاس کتاب کا علم تھا وہ بولا آپ کے پلک جھپکنے سے پہلے وہ تخت میں آپ کے پاس لے آؤں گا (النمل آیت۴۰) جمہور مفسرین کے نزدیک وہ آصف بن برخیا ہیں جو انسان تھے بعض نے کہا کہ وہ حضرت خضر علیہ السلام تھے بعض اقوال میں دوسرے انسانوں کا ذکر وارد ہے ایک قول یہ بھی ہے کہ وہ خود حضرت سلیمان علیہ السلام تھے ایک قول کے مطابق وہ جبریل علیہ السلام تھے لیکن پلک جھپکنے سے پہلے تخت لانے کی بات کسی ''جن'' نے نہیں کی۔ بالفرض کسی قول شاذ میں ''جن'' کا لفظ آیا بھی ہو جو ہماری نظر سے نہیں گزرا۔تو قول شاذ پھلوروی صاحب کے نزدیک پہلے ہی نا قابل قبول ہے پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ انہوں نے کس بنا پر یہ بات کہہ دی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے چشم زدن میں جنون سے بلقیس کا تخت منگوایا۔

باونواں اعتراض اور اسکا جواب

عادی امور کو معجزات بتانا صحیح نہیں

☆ پھلواروی صاحب نے اس مقام پر بعض سابقین انبیاء و مقربین کے خوارق معجزات و کرامات کے بالمقابل جو حضور ﷺ کے چند امور عادیہ کو معجزہ قرار دے کر نقل کیا ہے انتہائی مضحکہ خیز ہے ہمارا ایمان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ہر قول و فعل، ہر ادا، ہر حال اور ہر کام قیامت تک بنی نوع انسان کیلئے مشعل ہدی اور مینار ہدایت ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ امور عادیہ کو معجزات کی جگہ لکھ دیا جائے پھلواروی صاحب کا یہ طرز عمل علم و دانش کی روشنی میں لایعنی اور بے محل ہے۔

www.kazmis.com

تریپنواں اعتراض اور اسکا جواب

وَمَا مَنَعَنَآاَنْ نُّرْسِلَ بِالْآيَاتِ کا مفہوم

☆ پھلواروی صاحب فرماتے ہیں قرآن کی ایک آیت میرے دماغ کو اکثر جھنجوڑتی رہتی ہے جو یہ ہے۔وَمَا مَنَعَنَآاَنْ نُّرْسِلَ بِالْآيَاتِ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ ہمیں معجزات بھیجنے سے صرف اسی بات نے روک دیا ہے کہ گذشتہ امتوں نے ان کی تکذیب کی۔ ایک شے کو آنکھوں سے دیکھنے کے باوجود جھٹلانے کا مطلب یہی ہوسکتا ہے کہ وہ معجزہ کو دیکھ کر بھی ایمان نہ لائے اور اسے من جانب اللہ سمجھنے کے بجائے کھیل تماشہ بازی گری جادو اور نظر بندی وغیرہ سمجھتے ہیں (انتہیٰ کلامہٗ)

☆ میں عرض کروں گا کہ آیت نہیں بلکہ اس کا غلط مفہوم پھلواروی صاحب کے ذہن کو اکثر جھنجوڑتا رہتا ہے۔مضمون آیت بالکل واضح ہے کہ قریش مکہ جن معجزات کو طلب کررہے ہیں اگر ہم انہیں ظاہر فرمادیں تو جس طرح پہلے لوگ اس قسم کے معجزات کا انکار کرنے کی وجہ سے ہلاک ہوگئے یہ لوگ بھی انکار کرکے ہلاکت کے مستحق ہوجائیں گے طلب کردہ معجزات وآیات ہم نے صرف اس لئے نہیں بھیجے کہ ہم جانتے ہیں کہ یہ انہیں دیکھ کر ایمان نہیں لائیں گے اور مکذبین اولین کی طرح یہ لوگ ہلاکت وعذاب کے مستوجب قرار پائیں گے۔مطلوبہ آیات کو دیکھنے کے بعد ان کا انکار کرنے والوں کو اپنے عذاب میں ہلاک کردینا ہماری سنت ہے ہم نہیں چاہتے کہ اپنے محبوب ﷺ کی موجودگی میں انہیں عذاب عام میں مبتلا کرکے ہلاک کریں بس یہی وجہ ہے کہ ہم نے ان کی مطلوبہ آیات نہیں بھیجیں۔

☆ آیت کریمہ کے اس واضح مفہوم میں کوئی ایسی بات ہی نہیں جو ذہن کو جھنجوڑنے والی ہو ایک شے کو آنکھوں سے دیکھنے کے باوجود جھٹلانے کا یہی مطلب ہے کہ وہ معجزہ دیکھ بھی ایمان نہ لائے لیکن پھلواروی صاحب کا یہ کہنا کہ وہ اسے من جانب اللہ سمجھنے کے بجائے کھیل تماشہ بازی گری جادو اور نظر بندی وغیرہ سمجھتے رہے صحیح نہیں کیا یہ ممکن نہیں کہ انہوں نے ان معجزات کو من جانب اللہ سمجھنے کے باوجود محض ازراہ عناد سحر یا نظر بندی کہا ہو اور حقے کی معرفت کے باوجود تمرد اور سرکشی اختیار کرکے اپنے کفر پر جمے رہے ہوں قرآن سے ثابت ہے کہ انکار کرنے والوں نے حق کو پہچان کر بھی اس کے ماننے سے انکار کردیا جان بوجھ کر حق کو چھپایا اور حق کو پہچان کر اس کے ساتھ کفر کیا اللہ جل جلالہ نے فرمایا فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ جب ان کے پاس جانا پہچانا حق آگیا تو اس کے ساتھ انہوں نے کفر کیا (پ ۱ البقرہ ۸۹) نیز فرمایا اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ جنہیں ہم نے کتاب عطا فرمائی وہ رسول اللہ ﷺ کو اس طرح پہچانتے ہیں اور ان میں سے ایک گروہ جان بوجھ کر حق کو چھپاتا ہے۔(البقرہ ۱۴۶)

☆ ان آیات سے ثابت ہوا کہ معاندین کفار نے حق کو جاننے اور پہچاننے کے بعد بھی حق کا انکار کیا اور ازراہ عناد اپنے کفر پر جمے رہے لہذا پھلواروی صاحب کا یہ کہنا صحیح نہیں۔

www.KAZMIS.COM

چونواں اعتراض اور اسکا جواب

معجزات کو وقتی کہنا نافہمی ہے

☆ پھلواروی صاحب فرماتے ہیں "گذشتہ سارے معجزات وقتی تھے منکرین نے ان کو آنکھوں سے دیکھ بھی قبول حق سے انکار کردیا۔(انتہیٰ)

☆ پھلواروی صاحب کی تضاد بیانی انتہائی تعجب انگیز ہے کبھی وہ خرق عادت کو ناممکن کہہ کر معجزات کا انکار کردیتے ہیں اور کبھی ان کو وقتی معجزات کہہ دیتے ہیں۔ معجزات تو درکنار اگر وہ پچھلے نبیوں کو بھی محض وقتی انبیاء علیہم السلام کہہ دیں تو کون انہیں روکے گا؟ نبی کی نبوت کبھی زائل نہیں ہوتی وہ ابدتک ہمہ وقتی ہے ان کے معجزات کو محض وقتی کہنا نافہمی ہے۔

پچپنواں اعتراض اور اسکا جواب

قرآن کریم حقانیت معجزات انبیاء کا امین ہے

☆ پھلواروی صاحب فرماتے ہیں "آج اگر کوئی ان معجزات کے وجود یا وقوع ہی سے انکار کردے اور یہ دعوی کرے کہ سب من گھڑت افسانے ہیں یہ کبھی وقوع میں آئے ہی نہیں تو ہم ان کے وجود کو کیسے ثابت کرسکتے ہیں؟ لیکن قرآن کریم کے زندہ و پائندہ اعجاز سے کسی دور میں بھی انکار کی گنجائش نہیں" انتہیٰ

☆ میں عرض کروں گا آپ مانتے ہیں کہ قرآن کریم کے زندہ و پائندہ اعجاز سے کسی دور میں بھی انکار کی گنجائش نہیں اسی قرآن کریم میں اللہ جل جلالہ نے انبیاء علیہم السلام کے معجزات کو بیان فرما کر انہیں زندہ و پائندہ کردیا کسی دور میں بھی قرآنی اعجاز کے انکار کی گنجائش نہ ہونا ان معجزات کے انکار کی گنجائش نہ ہونے کو مستلزم ہے جب بھی کوئی دعوی کرے گا کہ یہ سب افسانے ہیں یہ کبھی وقوع میں آئے ہی نہیں ہم اسی وقت ان کے وجود اور وقوع کو قرآن کریم سے ثابت کریں گے۔

ہر مطالبے کا استیفاء

☆ پھلواروی صاحب فرماتے ہیں' میں نے جن غلطیوں کی نشان دہی کی ہے وہ اگر لغوی ہیں لغت ہی سے اس کا جواب دینا چاہیئے صرف ونحو کی بات ہے تو صرف صرف ونحو ہی کے قواعد سے اس کی تردید کرنی چاہئے میری گذارشوں کا یہ جواب نہیں کہ فلاں صاحب علم بزرگ نے تو ان غلطیوں کی نشاندہی کی نہیں لہذا تمہاری نشان دہی غلط ہے" (ص ۱۶)

☆ پھلواروی صاحب کے اس مطالبے کو حرف بحرف ہم نے پورا کردیا ہم نے ان کے جواب میں اس بات پر اکتفاء نہیں کیا کہ فلاں صاحب علم بزرگ نے ان غلطیوں کی نشان دہی نہیں کی لہذا پھلواروی صاحب کی نشاندہی غلط ہے بلکہ پھلواروی صاحب نے جن لغوی غلطیوں کی نشان دہی کی ہے ہم نے لغت ہی سے ان کا جواب دیا ہے اور صرف ونحو کی بات کی تردید ہم نے صرف ونحو ہی کے قواعد

www.KAZMIS.COM

سے کی ہے اوران کی فکر غلطیوں کا جواب فکری ہی انداز سے دیا ہے۔

☆ پھلواروی صاحب کے اعتراضات کا خلاصہ ہم نے اپنے الفاظ میں پیش نہیں کیا بلکہ ان کا ہر اعتراض انہی کی عبارت میں نقل کر دیا ہے اوران کے مدلل جوابات لکھ دیئے ہیں۔ علم ودانش اور عدل وانصاف کی روشنی میں ناظرین کرام پر یہ حقیقت واضح ہوگئی ہوگی کہ پھلواروی صاحب نے جو غلطیاں درود تاج اور دیگر وظائف میں نکالی ہیں درحقیقت وہ درود تاج وغیرہ کی غلطیاں نہیں بلکہ خود ان کی اپنی غلطیاں ہیں اور وہ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ جو کچھ انہوں نے کہا وہی درست ہے اسی لئے انہوں نے آگے چل کر صاف کہہ دیا کہ ''ہمارے لئے آسان راستہ یہ ہے کہ درود تاج کے متعلق یہ مان لیں کہ ایسی بے سروپا عبارت کے مصنف حضرت شاذلی نہیں ہو سکتے''

☆ قارئین کرام! کو یاد ہوگا کہ پھلواروی صاحب نے اس مضمون کی ابتداء ان الفاظ سے کی تھی ''درود تاج کے بعض مقامات مجھے کھٹکتے ہیں علمائے کرام سے کچھ طالب العمانہ استفسار کرنے کی جسارت کر رہا ہوں اپنی علمی بے بضاعتی کا مجھے اقرار بھی ہے اور پورا احساس بھی'' (۷) مگر ان کے مضمون کا انداز صاف بتا رہا تھا کہ طالب علمانہ استفسار اور اپنی علمی بے بضاعتی کا احساس واقرار محض ایک لبادہ ہے جو اس مقام پر پہنچ کر اچانک اتر گیا اور حقیقت واضح ہوگئی کہ استفسار مطلوب نہ تھا بلکہ یہ عنوانا مقصود تھا کہ درود تاج کی عبارت بے سروپا ہے جو حضرت شاذلی کی تصنیف نہیں ہو سکتی ہمیں اس سے بحث نہیں کہ درود تاج حضرت شاذلی کی تصنیف ہے یا نہیں ہمیں تو صرف یہ بتانا تھا کہ پھلواروی صاحب نے جس چیز کو غلط سمجھا وہ غلط نہیں بلکہ صحیح ہے صحیح کو غلط سمجھنا اور اپنی غلط فہمی کو غلط فہمی نہ کہنا ایسا جہل مرکب ہے جس سے کبھی بھی نجات نہیں مل سکتی کسی نے سچ کہا

آنکس کہ نداند و بداند کہ بداند
درجہل مرکب ابدالدھر بماند

WWW.KAZMIS.COM